ان شاء اللہ العزیز ——— نئے تعلیمی سال سے

مرکزی انجمن خدام القرآن کے زیر اہتمام' ماڈل ٹاؤن لاہور میں

قرآن کالج فار گرلز

(چھٹی کلاس سے ایف اے تک)

کا اجراء حسب اعلان کیا جا رہا ہے۔

* فرسٹ ایئر میں داخلے میٹرک کا رزلٹ آنے کے فوراً بعد شروع ہو جائیں گے۔ (توقع ہے کہ 30 جون تک میٹرک کا رزلٹ آجائے گا)
* سکول و کالج کے مروجہ نصاب کے علاوہ دینی تعلیم و تربیت کا بھی مناسب اہتمام ہو گا۔
* کالج کے ساتھ ہاسٹل کی سہولت موجود نہیں ہے' لہٰذا بیرون لاہور سے صرف وہی بچیاں داخلہ کی درخواست دیں جن کے لئے لاہور میں اپنے طور پر قیام کی مناسب سہولت موجود ہو۔
* کالج کا پراسپکٹس 15 جون تک طبع ہو جائے گا' ان شاء اللہ

المعلن :

ناظم قرآن کالج 36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور

فون : 03-5869501

وَمَن يُؤتَ الحِكمَةَ فَقَد اُوتِیَ خَيرًا كَثِيرًا

(البقرہ: ۲۶۹)

ماہنامہ

حکمتِ قرآن

لاہور

بیادگار: ڈاکٹر محمد رفیع الدین ایم اے، پی ایچ ڈی، ڈی لٹ، مرحوم

مدیر اعزازی: ڈاکٹر ابصار احمد، ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی

معاون: حافظ عاکف سعید، ایم اے (فلسفہ)

ادارہ تحریر: حافظ خالد محمود خضر، پروفیسر حافظ نذیر احمد ہاشمی

جلد ۱۸ | صفر المظفر ۱۴۲۰ھ ـ جون ۱۹۹۹ء | شمارہ ۶

— یکے از مطبوعات —

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

۳۶- کے۔ ماڈل ٹاؤن۔ لاہور ۱۴- فون: ۵۸۶۹۵۰۱

کراچی آفس: ۱۱- داؤد منزل متصل شادی ہال، شاہراہ لیاقت کراچی فون: ۲۱۶۵۸۶

سالانہ زر تعاون -/۸۰ روپے، فی شمارہ -/۸ روپے

مطبع: آفتاب عالم پریس ہسپتال روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ اوّل

تحریک رجوع الی القرآن کا ایک اہم سنگ میل!

ماہِ رمضان المبارک کو گزرے اب چار مہینے ہونے کو آئے ہیں۔ اب اس ماہ مبارک کا یا اس کے حوالے سے "دورۂ ترجمۂ قرآن" کا ذکر اگرچہ بظاہر کچھ عجیب سا لگتا ہے لیکن جیسا کہ آنحضور ﷺ کا فرمان ہے کہ "کثرتِ تکرار (بار بار کے اعادے) سے اس قرآن پر ہرگز بوسیدگی طاری نہیں ہوتی" اسی طرح قرآن حکیم اور اس کی خدمت کے حوالے سے کہی جانے والی کوئی بات کبھی باسی پن کا شکار نہیں ہوتی۔ ملک کے مختلف شہروں میں ہونے والے "دورۂ ترجمۂ قرآن" کے پروگراموں کے حوالے سے جب ہم ماہ رمضان پر ایک نگاہ بازگشت ڈالتے ہیں تو ایک حیرت آمیز مسرت کا احساس ہوتا ہے کہ ایک بظاہر ناممکن العمل پروگرام جس کی روایت "یہ طرز خاص ہے ایجاد میری" کے مصداق مرکزی انجمن کے صدر مؤسس محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے آج سے ۱۵ برس قبل ڈالی تھی' اب اس درجے معروف اور مروج ہو چکا ہے کہ امسال پاکستان کے طول و عرض میں اس ماہِ مبارک میں لگ بھگ تیس مقامات پر اس کا انعقاد ہوا!! فللّٰہ الحمد والمنہ۔

ماہ رمضان' قرآن حکیم کے ساتھ تجدید تعلق کا مہینہ ہے۔ صیام اور قرآن کے باہمی تعلق کو قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں جس انداز سے اجاگر کیا گیا ہے اس کا لازمی اور منطقی تقاضا یہ ہے کہ ماہِ رمضان کی راتوں کا اکثر حصہ قرآن حکیم کے پڑھنے پڑھانے اور سمجھنے سمجھانے میں بسر کیا جائے۔ تراویح کی مروجہ صورت کہ جس میں نماز عشاء سے متصلاً بعد چالیس پینتالیس منٹ میں طوفان میل کی رفتار سے ایک یا سوا پارہ پڑھا اور سنا جاتا ہے ہرگز اس ضرورت کو پورا نہیں کرتا جس کا تقاضا صحیح احادیث کے ذریعے ہمارے سامنے آتا ہے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو آج سے ۱۵ برس پیشتر ۱۹۸۴ء کے ماہِ رمضان سے قبل یہ خیال آیا کہ نماز تراویح سے قبل یا اس کے اختتام پر بیس پچیس منٹ میں' پڑھے گئے پارے کے مطالب بیان کرنے کی بجائے

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

حقیقت ایمان

خلاصہ مباحث(۲)

از قلم : ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور

ایمان اور جہاد

ایمان ایک حقیقت ہے جو کہ اصلاً دل میں ہوتی ہے' زبان سے صرف اس کا دعویٰ ہوتا ہے۔ اس دعوے کی دلیل اور شہادت کیا ہے؟ دعویٰ ایمان کا عملی ثبوت اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجرات کی آیت ۱۵ میں بیان کیا ہے' فرمایا :

"حقیقت میں مؤمن تو صرف وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے کوئی شک نہ کیا اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا' وہی سچے لوگ ہیں۔"

اس آیت میں حقیقی ایمان کی دو شرطیں بیان ہوئی ہیں' ایک باطنی شرط "غیر متزلزل ایمان" جبکہ دوسری ظاہری شرط "جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد"۔

یہی مضمون سورۃ الانفال آیت ۲۔ ۴ اور آیت ۷۴ میں بیان ہوا ہے۔ اور سورۃ الصف آیت ۱۰۔ ۱۱ میں بتادیا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کا فائدہ آخرت میں عذابِ الیم سے نجات کی شکل میں ظاہر ہوگا۔

جہاد کے بارے میں مغالطہ اور وضاحت

عام طور پر جہاد کے معنی جنگ کے لے لئے جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاد کا معنی ہے دو طرفہ مقابلے میں کوشش کرنا۔ جس درجے میں بھی مقابلے میں کوشش ہوگی وہ جہاد شمار ہوگا۔ اور یہ کوشش اللہ کے راستے میں ہو تو جہاد فی سبیل اللہ شمار ہوگا' جس کے مختلف مراحل ہیں۔

مراحل جہاد

(۱) نفس کے خلاف جہاد : یعنی اپنے آپ کو اللہ کی اطاعت میں لگادینا اور خواہشات و

شہواتِ نفس کو اللہ کی رضا کی خاطر کچل دینا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "اور سچا مجاہد وہ ہے جس نے اللہ کی رضا کی خاطر اپنے نفس کے خلاف جہاد کیا۔" (صحیح ابن حبان ۱۱/ ۲۰۳ و مسند احمد ۶/۲۱)

(۲) معاشرے کے خلاف جہاد کرنا : اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ معاشرے میں پائی جانے والی خرابیوں کو ہاتھ سے یا زبان سے یا کم سے کم دل سے بدلنے کی کوشش کرنا۔

(۳) نظامِ حکومت کے خلاف جہاد کرنا : جب نظامِ حکومت اللہ کا باغی ہو تو اس کو بدلنے کے لئے جو بھی اور جس مرحلے پر بھی کوشش ہو گی وہ جہاد ہے۔ عین ممکن ہے کہ یہ جہاد آخری مراحل میں قتال کی شکل اختیار کر لے۔

جہادِ کی دیگر شکلیں

جہادِ زندگانی : بقائے ذات کی خاطر کوشش' رزقِ حلال کی کوشش اور ضروریاتِ زندگی حلال طریقے سے پورا کرنے کی کوشش بھی جہاد ہے۔

حقوق کی خاطر جہاد : ظلم کے خلاف جہاد' سیاسی و معاشی حقوق حاصل کرنے کی خاطر اور جان' مال' عزت اور دین و مذہب کے تحفظ کی خاطر جہاد' یہ سب جہاد کی شکلیں ہیں۔

جہاد برائے تلاشِ حقیقت : سنّت ابراہیمؑ اور سنّت سلمانیؓ پر عمل کرتے ہوئے حقیقت تک پہنچنے کی خاطر جد و جہد اور کوشش بھی ایک اعلیٰ قسم کا جہاد ہے۔

جہاد برائے ترقی ایمان : ایمان کو پانے' اس پر قائم رہنے اور ذکر و فکر کے ذریعے اس میں ترقی' یہ سب محنت جہاد برائے ترقی ایمان کہلائے گی۔ لہٰذا مؤمن ہر دم جہاد میں ہے بشرطیکہ نیت اللہ کو راضی کرنا ہو۔

وسائل جہاد

وقت اور ضرورت کی مناسبت سے جہاد کا انداز و اسلوب مختلف ہو گا لہٰذا کبھی طاقت' کبھی زبان سے اور کبھی دل سے جہاد ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

"..... جو ان کے خلاف ہاتھ سے جہاد کرے وہ مؤمن ہے اور جو زبان سے جہاد کرے وہ بھی مؤمن ہے اور جو دل سے ان کے خلاف جہاد کرے وہ بھی مؤمن ہے۔ اور اس کے بعد رائی کے دانے جتنا بھی ایمان نہیں ہے۔" (صحیح مسلم)

اور اس جہاد کے لئے آلہ اور ہتھیار قرآن ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

﴿ فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِيْنَ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴾ (الفرقان : ۵۲)

"پس (اے نبی!) کافروں کی بات ہرگز نہ مانو اور اس قرآن کو لے کر ان کے خلاف جہاد کرو۔"

چونکہ شیطان انسان کے اندر اس طرح گردش کرتا ہے جس طرح خون دوڑتا ہے لہٰذا شیطان کے وسوسوں اور چالوں سے بچنے کے لئے قرآن سے زیادہ کارگر ہتھیار اور کوئی نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : ﴿ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴾ (ق : ۴۵) "پس تم اس قرآن کے ذریعے اس کو یاد دہانی کراؤ جو میری تنبیہہ سے ڈرے۔" چنانچہ دعوت و تبلیغ اور انذار و تبشیر کی سطح پر جہاد کے لئے سب سے کارگر ہتھیار قرآن ہے۔

ایمان اور نفاق

نفاق کے لغوی معنی دو منہ والا راستہ ہے۔ البتہ ایمانیات کے باب میں نفاق سے مراد بظاہر ایمان اور اندرونی طور پر کفر والی کیفیت ہے۔ اس طرح منافق آدمی قانونی طور پر مسلمان اور حقیقی طور پر کافر ہوتا ہے' کیونکہ قانونی ایمان کی ضد کفر ہے اور حقیقی ایمان کی ضد نفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ غضب منافقوں پر برسا ہے۔ فرمایا : ﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴾ (النساء : ۱۴۵) "بلاشبہ منافقین تو آگ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے"۔

نفاق کی بنیاد : گوہ اس لئے دو منہ والا بل بناتی ہے تاکہ خطرے کے وقت دوسری طرف سے نکل کر جان کی حفاظت کر سکے۔ اسی طرح منافق اہل کفر سے وفاداری استوار رکھتا ہے تاکہ اہل اسلام کی شکست کی شکل میں جان و مال کا تحفظ حاصل کر سکے۔

نفاق کے مراحل

کمال ایمان : کمالِ ایمان کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہر حکم کو دل کی خوشی سے اور اپنی خوش قسمتی کی خاطر قبول کیا جائے اور جہاں تک بس چلتا ہو اس پر دل و جان سے عمل کیا جائے۔

ضعف ایمان : اگر احکامِ شریعت پر جوش و ولولہ کے ساتھ عمل نہ ہو بلکہ گریز اور بچ نکلنے کی خواہش ہو تو یہ ضعف ایمان کی نشانی ہے۔ سابقہ طرز عمل پر استغفار اور آئندہ کی اصلاح کی صورت میں معاملہ سدھر سکتا ہے۔

مرض کا پہلا درجہ' جھوٹا بہانہ : اگر ضعف ایمان کا بروقت علاج نہ کیا جائے تو مرض حملہ آور ہو جاتا ہے اور مریض ایمان جھوٹے بہانے بنانے لگتا ہے اور جھوٹ اس کی زندگی کا جزو بن جاتا ہے۔ اسی لئے مرضِ نفاق کے ضمن میں جھوٹ کا تذکرہ بڑے تسلسل سے ملتا ہے۔

مرض کا دوسرا درجہ' جھوٹی قسمیں : جھوٹے بہانے جب اپنا اعتماد کھونے لگیں تو مریض ایمان جھوٹی قسمیں کھانے پر اتر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : ﴿ اِتَّخَذُوْآ اَیْمَانَھُمْ جُنَّۃً ﴾ (المنافقون : ۲) "انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے"۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ جھوٹی قسمیں کھا کر لوگوں کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو جائیں گے حالانکہ وہ نفاق کی دلدل میں اور زیادہ دھنس رہے ہوتے ہیں۔

مرض کا آخری درجہ' اللہ اور رسولؐ کے ساتھ بغض و عداوت : یہ غم و غصہ ایک نفسیاتی الجھن کی وجہ سے ہوتا ہے کہ منافق کی عزیز ترین متاع جان و مال ہوتی ہے۔ چنانچہ جونہی کوئی حکم نازل ہوا جس میں جان و مال کا امتحان ہو تو اب منافقوں کی جان پر بن آئی کہ کسی طرح جان چھوٹ جائے۔ اور جب مخلص اہل ایمان انفاقِ مال اور بذلِ نفس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہوتے ہیں تو ان منافقوں کو ان مخلصین پر تو غصہ آتا ہی ہے کہ خواہ مخواہ بے وقوفوں کی طرح جان و مال کا ضیاع کر رہے ہیں اور ان سے زیادہ اللہ اور رسولؐ پر غصہ آتا ہے کہ ہر وقت کسی نہ کسی مشکل میں ڈالے رکھتے ہیں۔ اگر ساتھ دیں تو جان و مال کا نقصان اور اگر پیچھے رہیں تو معاشرے میں نکو بن کر رہنے پر مجبور' لہٰذا اپنے ہی غیظ و غضب میں جلتے بھنتے رہتے ہیں اور مرض کی یہ کیفیت لاعلاج ہوتی ہے۔

منافق کا انجامِ آخرت

سچے اہل ایمان کے انجام آخرت کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کھینچا ہے' فرمایا :

"جس دن تم مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو دیکھو گے ان کا نور ان کے

داہنی طرف اور آگے دوڑتا ہوگا اور اس روز ان کے لئے جنت کی بشارت ہے جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی' اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے"۔ (الحدید : ۱۲)

سچے اور مخلص اہل ایمان کے اس قابل رشک انجام کے فوراً بعد فرمایا کہ منافقوں کا انجام بہت بھیانک ہوگا' فرمایا :

"جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں اہل ایمان سے کہیں گے ذرا رکو' انتظار کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے فائدہ اٹھالیں۔ (اہل ایمان جواب میں کہیں گے) پیچھے لوٹ کر اپنا نور تلاش کرو۔ (اس مکالمے کے بعد) ان کے درمیان ایک فصیل حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا جس کے اندر کی طرف رحمت خداوندی ہوگی اور باہر کی طرف عذاب ہوگا۔" (الحدید : ۱۳)

یہ بھیانک منظر اور انجام دیکھنے کے باوجود منافق آواز دے کر کہیں گے :

﴿ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ﴾ (الحدید : ۱۴)

"دور سے آواز دے کر پوچھیں گے کیا ہم تمہارے ساتھی نہ تھے"۔

بلاشبہ منافقین دنیا میں مسلمانوں کے ساتھ ہی ہوتے ہیں کیونکہ وہ قانونی طور پر مسلمان ہوتے ہیں اور آخرت میں ان کا انجام کافروں کے ساتھ ہوگا کیونکہ نہ صرف وہ حقیقی ایمان سے فارغ ہوتے ہیں' بلکہ انتہائی بزدل اور کمینے کافر ہوتے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا انجام بھی کافروں سے بدتر بتایا ہے' فرمایا :

﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴾ (النساء : ۱۴۵)

"بلاشبہ منافقین تو آگ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے"۔

شعوری اور غیر شعوری نفاق کا فرق

نفاق دو قسم کا ہے : (۱) نفاق اعتقادی' (۲) نفاق عملی۔

نفاق اعتقادی پھر دو قسم ہے : نفاق شعوری' نفاق غیر شعوری

<u>نفاق شعوری</u> : کوئی شخص جان بوجھ کر دھوکہ دینے کے لئے ایمان کا اظہار کرتا ہے اور وہ خوب سمجھ رہا ہوتا ہے کہ یہ بس ڈرامہ یا اداکاری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں دو جگہ اس قسم کے نفاق کا تذکرہ کیا ہے' فرمایا :

"اہل کتاب (یہودیوں) کی ایک جماعت نے یہ سازش تیار کی کہ صبح کے وقت ایمان لے آؤ اور شام کو انکار کر دو شاید کہ سچے اہل ایمان میں سے کچھ لوگ پلٹ آئیں"۔ (آل عمران : ۷۲)

دوسری جگہ فرمایا :

"اے مسلمانو! جب یہ تمہاری محفل میں آئے تو انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے حالانکہ وہ دلی کفر کے ساتھ داخل ہوئے تھے اور کفر کے ساتھ ہی نکل گئے اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ چھپائے ہوئے ہیں"۔ (المائدہ : ۶۱)

تو گویا اس قسم کے لوگوں کو خود خوب علم ہوتا ہے کہ ہم جھوٹ کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

نفاق غیر شعوری

قرآن حکیم میں جن منافقوں کا تذکرہ ہے ان میں کم سے کم ۹۰ فیصد لوگ غیر شعوری منافق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم جب ان کا تذکرہ کرتا ہے تو کہتا ہے ﴿ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ "ان کو اپنی بیماری کا شعور ہی نہیں ہے"۔ ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا :

"بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے ہیں حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔ وہ اللہ اور ایمان لانے والوں کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں مگر دراصل وہ اپنے آپ کو ہی دھوکے میں ڈال رہے ہیں اور انہیں اس کا شعور نہیں ہے"۔ (البقرۃ : ۸-۹)

نفاق عملی

بعض احادیث میں جھوٹ بولنے' وعدہ کی خلاف ورزی کرنے' امانت میں خیانت کرنے اور جھگڑے کے وقت گالی گلوچ کرنے کو نفاق سے تعبیر کیا گیا ہے۔[۵] ایک جگہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "خواہ وہ شخص روزے رکھتا ہو' نماز پڑھتا ہو اور خود کو کامل مسلمان سمجھتا ہو"۔ نیز فرمایا کہ جس میں ایک عادت ہو وہ ۲۵ فیصد جس میں دو ہوں وہ ۵۰ فیصد' جس میں تین ہوں وہ ۷۵ فیصد اور جس میں چاروں ہوں وہ سو فیصد منافق ہے۔ ایسے گناہوں کو اہل علم نے نفاق عملی سے تعبیر کیا ہے اور یہ نفاق اعتقادی نہیں ہے۔

نفاق سے متعلق مغالطے اور وضاحت

پہلا مغالطہ : "نفاق صرف دورِ نبوت میں تھا' آج نہیں ہے"۔

وضاحت : آج ہم معین طور پر کسی کو منافق نہیں کہہ سکتے' کیونکہ یہ غیبی علم سے متعلق ہے' البتہ نفاق موجود ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے مبارک دور میں نفاق ہو سکتا ہے تو ہمارے دور میں کیوں نہیں ہو سکتا؟

دوسرا مغالطہ : "ہم پشت در پشت مسلمان ہیں' ہم اسلام کے قلعے میں رہتے ہیں' یہاں نفاق کا کیا کام؟"

وضاحت : حضرت عمر اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ تو نفاق سے ڈرتے تھے' ہمیں کیوں ڈر نہیں ہے؟ مشہور تابعی ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں : "میں تیس صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملا ہوں' ہر ایک اپنے بارے میں نفاق کے خطرے میں مبتلا تھا"[۶] جب عظیم المرتبت صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطرہ تھا تو ہم اس سے نچنت کیونکر رہ سکتے ہیں؟ دراصل جس کے پاس سرمایہ ہو اسے چوری کا خطرہ رہتا ہے اور جو خالی جیب ہو اس کو کیسا خطرہ؟ لہٰذا جو صاحب ایمان ہو گا اسے نفاق کا خطرہ رہے گا۔

حقیقی ایمان کے ظاہری ثمرات

حقیقی ایمان کو ایک درخت کی مثال سے سمجھ لیں کہ پہلے بیج' پھر دو پتیاں' پھر نازک نازک شاخیں' پھر پھول' پھر پھل اور بالآخر مضبوط و محکم جڑ دار درخت وجود میں آتا ہے۔ جس اعتبار سے درخت اوپر کو اٹھے گا اسی اعتبار سے اس کی جڑ زمین میں گہری ہو گی۔ اسی طرح جس قدر دل میں ایمان گہرا ہو گا اسی اعتبار سے اعمال صالحہ میں اور بالخصوص جہاد میں شدت و اہتمام پیدا ہوتا چلا جائے گا۔ حدیث جبریل میں اسی بات کو احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ایمان اور فطرت

ایمان کا حاصل اور لب لباب امن ہے اور امن سے مراد ذہنی و قلبی سکون۔ جو لوگ اپنا منہج زندگی علیٰ وجہ البصیرۃ اختیار کرتے ہیں وہ بہت ہی خوش قسمت لوگ ہوتے

ہیں۔ چونکہ ایمان ان تمام سوالات کا جواب فراہم کرتا ہے جن سے فلسفہ میں بحث کی جاتی ہے لہٰذا جو انسان شعوری کوشش کے ساتھ ایمان قبول کرتا ہے اور علیٰ وجہ البصیرۃ اپنی راہ پر چل رہا ہوتا ہے وہ ذہنی و قلبی سکون حاصل کئے ہوئے ہوتا ہے اور مکمل امن میں ہوتا ہے۔ انہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ○ ﴾ (الانعام : ۸۲)

”جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں کسی ظلم (شرک) کا آمیزہ نہیں کیا انہی لوگوں کے لئے امن ہے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔“

حقیقت یہ ہے کہ ایمان ہی وہ فلسفہ حیات ہے جو فطرت انسانی کے ساتھ کامل مطابقت رکھتا ہے لہٰذا ایمان ہی کے ذریعے سکون' انبساط اور معرفت ملتی ہے اور اسی کے ذریعے سارے مسائل کا حل سامنے آتا ہے۔

ایمان اور تصوف

قرآنی اصطلاح کے مطابق تصوف کا موضوع ولایت یا موالاتِ باہمی ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا ولی اور مولیٰ ہے۔ فرمایا :

”جو لوگ ایمان لاتے ہیں ان کا ولی (حامی و مددگار) اللہ ہے' وہ ان کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکال لاتا ہے“ (البقرہ : ۲۵۷)

اسی طرح اہل ایمان بھی اللہ کے ولی ہیں' فرمایا :

”سن لو جو اللہ کے دوست ہیں ان کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔“ (یونس : ۶۲)

اور تصوف کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایمان انسان کے قال سے بڑھ کر اس کا حال بن جائے۔

تصوف اور فلسفہ : تاریخ انسانیت میں سب بڑے ماہرینِ نفسیات صوفیاء کرام ہی تھے۔ انہوں نے نفس انسانی کی گہرائیوں میں اتر کر مشاہدہ کیا اور پھر ان کا مناسب حال حل پیش کیا۔ جدید مادہ پرست ماہرین نفسیات کی تو وہاں تک رسائی ہی نہیں۔ اس اعتبار سے اسلام کے فلاسفر صوفیاء ہی تھے۔

تصوف کا میدان : تقرب الی اللہ اور وصول الی اللہ کی منزلیں طے کرنا تصوف کا اصل

میدان ہے جس میں کئی مقامات آتے ہیں، مثلاً صبر، شکر، محبت، تسلیم و رضا اور مقامِ توکل و تفویض۔ تصوف کا حاصل مرتبہ ولایت ہے جسے قرآن حکیم نے "راضیۃ مرضیۃ" رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اور مثالی دوستی کا نام دیا ہے جس کی کیفیت حدیث میں ان الفاظ کے ساتھ بیان ہوئی ہے :

> حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : "جس نے میرے ولی (دوست) کے ساتھ دشمنی کی میں اس کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیتا ہوں۔ جو کام میں نے اپنے بندے پر فرض کر رکھے ہیں ان سے زیادہ کسی دوسرے ذریعے سے میرا بندہ میرا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ اور بندہ نوافل کے ذریعے مسلسل میرے قریب ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کی ٹانگ بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ کا طالب ہو تو اسے پناہ دیتا ہوں۔ اور میں کسی کام میں بھی تردد سے کام نہیں لیتا جتنا تردد مجھے مومن کی جان نکالنے کے بارے میں ہوتا ہے، مومن کو موت ناپسند ہوتی ہے اور میں بھی اسے تکلیف نہیں دینا چاہتا۔" (صحیح البخاری کتاب الرقاق، ح ۶۱۳۷)

اس مقام پر آکر اللہ تعالیٰ اور مومن کی دوستی پکی ہو جاتی ہے، اللہ مومن کا ولی بن جاتا ہے اور مؤمن اللہ کا ولی بن جاتا ہے، اور یہی تصوف کا نتیجہ و ثمرہ ہے۔

تقدیر پر ایمان

تقدیر پر ایمان اللہ تعالیٰ پر ایمان کا لازمہ اور خاصہ ہے۔ یعنی جو کچھ بھی ہو رہا ہے یا ہو گا وہ اللہ کے اذن سے ہو گا اور وہی اصل مسبب الاسباب ہے اور ہم اس پر راضی ہیں۔ لہٰذا کیسا شکوہ، کیسی شکایت؟ چنانچہ ہم پر جو حالات آرہے ہیں اس پر ہم راضی ہیں اور ہماری جستجو کے بعد جو نتائج برآمد ہو رہے یا ہوں گے ان میں ہم اللہ پر توکل کرتے ہیں۔ اور توکل کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ ہم کوشش ہی نہ کریں۔ کوشش ضرور کریں،

البتہ نتائج اللہ کے حوالے کردیں۔

راضی برضا اور توکل کا فائدہ : ہماری اکثر و بیشتر پریشانیوں کا سبب نفسیاتی ہوتا ہے۔ ہم کوشش کرتے ہیں، نتائج موافق نہ نکلیں تو پریشان ہو جاتے ہیں، لیکن اگر کوشش کی اور نتائج موافق نہ نکلے اور آپ نے کہہ دیا ﴿وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ﴾ (المؤمن : ۴۴) "اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں" تو بس سارا ذہنی و قلبی سکون مل گیا۔

ایک مغالطہ اور وضاحت : عام طور پر یہ مغالطہ موجود ہے کہ چونکہ اللہ نے ایسا لکھ دیا تھا لہٰذا ہم یہ کام کرنے پر مجبور تھے اور جب مجبور تھے تو سزا کیسی؟

وضاحت : جو کچھ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے اُس کی وجہ سے ہم نے غلط کام نہیں کیا، بلکہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا وہ اللہ تعالیٰ نے پیشگی لکھ رکھا ہے۔ اگر یہ یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے اور اُس ذاتِ اقدس کا علم ہر چیز کو محیط ہے تو اس قسم کا مغالطہ پیدا ہی نہیں ہوتا۔

ہمارے غموں اور دکھوں کا علاج : رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : جس کسی کو کبھی بھی کوئی پریشانی یا تکلیف ہو تو وہ یہ دعا پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے غم کی جگہ خوشی بھر دیتا ہے۔

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ، نَاصِیَتِیْ بِیَدِكَ، مَاضٍ فِیَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِیَّ قَضَاؤُكَ، اَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ ھُوَ لَكَ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ كِتَابِكَ، اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجَلَاءَ حُزْنِیْ وَذَهَابَ ھَمِّیْ)) (۷)

"اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، میرا باپ بھی تیرا ادنیٰ غلام تھا، میری ماں بھی تیری کنیز تھی، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔ میرے وجود پر تیرا ہی حکم جاری و ساری ہے۔ میرے بارے میں آپ کا جو فیصلہ ہو وہ انصاف ہی انصاف ہے، ہر اُس اسم مبارک کے واسطے سے جو تیرا ہے جس سے تو نے اپنے آپ کو خود موسوم فرمایا، اپنی کتاب میں نازل فرمایا یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو تو نے وہ نام سکھایا یا خزانہ غیب میں اپنے پاس محفوظ فرمایا، ان سب ناموں کا واسطہ دے کر میں درخواست کرتا ہوں کہ قرآن حکیم کو میرے دل کی بہار بنا دے، میرے سینے

کا نور بنادے اور میری پریشانی کو دور کرنے والا نسخہ بنادے اور میرے غم و تفکر کے ازالے کا ذریعہ بنادے"۔

ایمان کے چشمے

(۱) قرآن حکیم : ہرانسان کے دل میں معرفت رب فطرتاً موجود ہے اور یہی نورِ فطرت ہے۔ جب اس نورِ فطرت کو نورِ وحی کے ذریعے جگایا اور چمکایا گیا تو ایمان نظر آنے لگا' اور نورِ وحی سے مراد یقیناً قرآن حکیم ہے اور قرآن حکیم ہی منبع ہدایت ہے۔ معاشرے کا ہر طبقہ اس سے ہدایت پا سکتا ہے' چاہے سڑک کا مزدور ہو یا یونیورسٹی کا پروفیسر یا سائنسدان ہو۔ اور قرآن کریم کے ذریعے حاصل ہونے والا ایمان آفاقی و انفسی دلائل پر مشتمل ہو گا۔

(۲) صحبت صاحب یقین : مخلصین و صادقین کی محفل سے بھی ایمان و یقین حاصل ہو جاتا ہے جس طرح آگ کے پاس بیٹھ کر تپش اور برف کے پاس بیٹھ کر ٹھنڈک حاصل ہو جاتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا : ﴿ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ (التوبہ : ۱۱۹) "سچوں کے ساتھ رہو" یعنی جب سچوں کے ساتھ رہو گے تو خود بھی سچے بن جاؤ گے۔

(۳) عمل صالح : دل میں کیفیت ایمان پیدا کرنے کا ایک راستہ عمل صالح ہے' بشرطیکہ قبول اسلام کسی مکر یا سازش کے تحت نہ ہو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ سورۃ الحجرات میں فرمایا :

> "یہ بدو کہتے ہیں ہم ایمان لا چکے ہیں' کہہ دیں تم ہرگز ایمان نہیں لائے بس یہ کہہ دو ہم اسلام میں داخل ہو چکے ہیں' ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا' اور ہاں اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو گے تو وہ تمہارے اعمال میں کچھ کمی نہیں کرے گا۔ یقیناً اللہ غفور رحیم ہے"

اس طرح عمل صالح کی برکت سے آہستہ آہستہ ایمان دل میں گھر کر جائے گا' اسی لئے مذکورہ بالا آیت میں کہا گیا ہے ﴿ اَنْ هَدٰكُمْ لِلْاِيْمَانِ ﴾ کہ اس نے تم کو ایمان کے راستے پر ڈال دیا ہے' لہٰذا بالآخر تم منزلِ ایمان تک پہنچ جاؤ گے۔

تبلیغی جماعت کا کام : دین کے جامع تصور کے اعتبار سے تبلیغی جماعت سے اختلاف کے باوجود اس کا "ایمان کی محنت" والا کام قابل قدر ہے' کیونکہ وہ انسان کو کچھ عرصے

کے لئے دنیاداری اور لغویات کے ماحول سے نکال کر خالص دینی مشق پر لگا دیتے ہیں۔ لہٰذا اسی عرصے میں فرائض و واجبات کے اہتمام کے ساتھ ساتھ نوافل و مستحبات اور مسنون دعاؤں کی بھی عملی محنت کرواتے ہیں اور دوسری طرف کبائر حتیٰ کہ صغائر سے بچنے کا موقع فراہم کر دیتے ہیں۔ اس طرح اسے چالیس روزہ یا کم و بیش تربیت گاہ مل جاتی ہے اور اسی تربیت کے ذریعے ایمان کا پودا جوان ہو جاتا ہے اور حالات کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

نورِ ایمان کے حوالے سے لوگوں کے مراتب

(۱) صدیقین : جن لوگوں کے دل صاف و شفاف ہوں اور فطرت سلیم ہو ان کے لئے نورِ وحی کی ادنیٰ سی چنگاری درونِ خانہ منور کرنے کے لئے کافی ہے' کیونکہ ان کی روحِ بیتاب پہلے سے حق کو پانے کے لئے بے چین ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مثال دی کہ انہوں نے قبولِ حق میں ایک لمحے کا بھی توقف نہیں کیا بلکہ فوراً ایمان لے آئے۔ ایسے ہی لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ کیا ہے' فرمایا :

﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ..... ﴾ (ق : ۳۷)

"اس میں یاددہانی ہے ہر اس شخص کے لئے جو دل رکھتا ہو....."

(۲) مجوبین : جن لوگوں کے دل پر عدم توحید یا دنیاداری میں انہماک یا اعمال بد کا زنگ یا حب دنیا/ حب مال/ حب شہرت/ حب جاہ کا زنگ چڑھ گیا ہو ایسے لوگوں کو تعلیم و تعلم اور تذکیر و وعظ کی ضرورت ہوتی ہے اور اگر محجوب قلب آدمی آیاتِ آفاقی و انفسی کو سمجھ سکتا ہو تو ان کے ذریعے تذکیر زیادہ کارگر ہوتی ہے۔ اس ضمن میں سورۃ آل عمران آیت ۱۹۰' سورۃ الذاریات آیت ۲۱' سورۃ حم السجدہ آیت ۵۳ اور سورۃ الغاشیہ آیت ۱۷ تا ۲۲ خاص طور پر مفید ہیں۔ ایسے لوگوں پر مسلسل محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر یہ لوگ فکر کے ذریعے منزل ایمان تک پہنچنے کے قابل نہ ہوں تو ذکر کی طرف توجہ دلائی جائے کیونکہ ذکر بھی کشف حجاب کا بہت بڑا ذریعہ ہے ـــــ اور یہ ذکر و فکر کا مجموعہ عجیب امتزاج ہے اگر فکر میں کمی ہو تو ذکر کی طرف توجہ ہونی چاہئے اور اگر ذکر کی کمی ہو تو فکر اسے پورا کر سکتی ہے اور اگر یہ دونوں ممکن نہ ہوں تو اہل اللہ کی محفل آخری چارے کے طور پر کام دے سکتی ہے۔

(۳) مختومین : جن لوگوں کی فطرت مسخ ہو چکی ہو اور دل سیاہ ہو گئے ہوں' بلکہ مہر لگ چکی ہو اور قرآن کے الفاظ میں "ران" (زنگ) ان کے دلوں پر چڑھ چکا ہو' ایسے لوگوں کی سمع و بصر اور سوچ بچار کی صلاحیتیں سلب ہو چکی ہوتی ہیں۔ ان پر کوئی وعظ' انذار اور نصیحت کام نہیں کرتی' چاہے وعظ سنانے والے محمدؐ رسول اللہ ﷺ ہوں اور وہ قرآن پڑھ پڑھ کر وعظ سنا رہے ہوں۔ یہ لوگ چکنے پتھر کی طرح ہوتے ہیں۔ اتمام حجت کی خاطر ان کو نصیحت کی جاتی رہنی چاہئے' البتہ ان میں کسی بڑی تبدیلی کی توقع رکھنا بے کار ہے۔

آخری گزارش

جب تک توفیق رب شامل حال نہ ہو اس وقت تک دولتِ ایمان کو پالینا ممکن نہیں اور نہ ہی اس کو سنبھال رکھنا انسان کا ذاتی کمال ہے' لہٰذا ہر وقت یہ دعا زبان پر رہے اور دل صداقت کی گواہی دے رہا ہو : رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔

حواشی

۵) صحیح بخاری ح ۳۳ و ۳۴' صحیح مسلم ح ۵۸ و ۵۹

۶) صحیح بخاری کتاب الایمان

۷) مسند احمد ۱/ ۳۹۱' ح ۱۲ ۳۷ و ۱/ ۴۵۲' ح ۴۳۱۸ و الاحسان ترتیب صحیح ابن حبان ۳/ ۲۵۳ ح ۹۷۲ و مسند ابی یعلیٰ الموصلی ۹/ ۱۹۸' ح ۵۲۹۷ و المعجم الکبیر للطبرانی ۱۰/ ۱۶۹' ح ۱۰۳۵۲ و کشف الاستار عن زوائد البزار ۴/ ۳۱ ح ۳۱۲۲' و المستدرک للحاکم ۱/ ۵۰۹

اہم اعلان

قرآن حکیم کے منتخب نصاب (مشتمل بر ۴۴ کیسٹ) کی دوبارہ مکمل' واضح اور ہائی فائی اسٹیریو ریکارڈنگ تیار کر لی گئی۔ یہ edited سیٹ مکتبہ سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جو حضرات دوبارہ ریکارڈنگ کرانا چاہتے ہیں وہ بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون : 586950l-3

بقیہ : حرفِ اوّل

کیوں نہ تراویح کی ۲۰ رکعات کے ساتھ ساتھ پورے پارے کا ترجمہ مختصر تشریح کے ساتھ بیان کر دیا جائے ـــــ قرآن اکیڈمی لاہور میں ۱۹۸۴ء کے ماہِ جون میں دورۂ ترجمہ قرآن کا پہلا ترجمہ موسم کی شدت اور راتوں کے مختصر ہونے کے باوجود نہایت کامیاب اور مفید ثابت ہوا۔ شرکاء نے محسوس کیا کہ "لذت ایں بادہ نہ دانی بخدا تانہ چشی" کے مصداق قرآن حکیم کے ساتھ ربط و تعلق کی اس لذت اور حلاوت سے وہ پہلی بار آشنا ہوئے تھے۔ ۱۹۸۴ء کے بعد سے قرآن اکیڈمی لاہور میں ماہِ رمضان المبارک میں دورۂ ترجمۂ قرآن ایک مستقل روایت کی صورت اختیار کر گیا۔ رفتہ رفتہ یہ پروگرام نہ صرف پاکستان کے دوسرے شہروں میں بھی متعارف ہوا بلکہ ۱۹۸۹ء میں ابو ظہبی اور پھر ۱۹۹۸ء میں اس کا دائرہ تعارف نیویارک تک وسیع ہو گیا۔

دورۂ ترجمۂ قرآن کے ۱۹۸۴ء سے ۱۹۹۹ء تک تدریجی سفر کے بھرپور جائزے پر مشتمل ایک جامع مضمون زیر نظر شمارے میں شامل کیا گیا ہے جس کے مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ ماہ رمضان میں قرآن حکیم کو سمجھنے سمجھانے کے اس منفرد پروگرام کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے غیر معمولی شرف قبول حاصل ہوا ہے۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذلک ـــ واضح رہے کہ دورۂ ترجمۂ قرآن کے آڈیو اور ویڈیو کیسٹس کو پوری دنیا میں جس درجے پذیرائی ملی ہے اور انہیں قرآن حکیم سے استفادے کے ضمن میں جتنا مؤثر اور مفید پایا گیا ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ دورۂ ترجمۂ قرآن کو اگر دورِ حاضر میں تحریک رجوع اِلی القرآن کا اہم ترین سنگ میل قرار دیا جائے تو غلط نہ ہو گا۔ ○○

درس ۱۴

مسلمانوں کی سیاسی و ملّی زندگی
کے رہنما اصول
سورۃ الحجرات کی روشنی میں
(۲)

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ ورسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ O ﴾ صَدَقَ اللّٰہُ العَظِیم

"اے ایمان والو! مت آگے بڑھو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا' سب کچھ جاننے والا ہے۔"

مطالعہ قرآن حکیم کے جس منتخب نصاب کا سلسلہ وار درس ان مجالس میں ہو رہا ہے' اس کا درس نمبرچودہ سورۃ الحجرات مشتمل ہے۔ ترتیب مصحف کے اعتبار سے یہ سورۂ مبارکہ' جو اٹھارہ آیات اور دو رکوعوں پر مشتمل ہے' ۲۶ویں پارے میں سورۃ الفتح کے فوراً بعد وارد ہوئی ہے۔ اگر اس کے مضامین پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ سورۃ الفتح کی آخری دو آیات میں جو مضامین آئے ہیں' یہ پوری سورۂ مبارکہ ان کی مزید تشریح اور توضیح پر مشتمل ہے۔

ہمارے منتخب نصاب میں ربط مضمون کے اعتبار سے اس کا جو مقام ہے' اسے بھی ذہن میں تازہ کر لینا' اِن شاء اللہ' مفید ہو گا۔ اس منتخب نصاب کا تیسرا حصہ اعمالِ صالحہ کے مباحث پر مشتمل ہے۔ اعمالِ انسانی کے ضمن میں پہلے دو دروس میں انفرادی سیرت و کردار سے متعلق قرآن مجید کی رہنمائی ہمارے سامنے آئی تھی۔ اس کے بعد ایک درس

میں انفرادیت سے اجتماعیت کی طرف جو پہلا قدم ہے' یعنی گھریلو زندگی' خاندان کا ادارہ' عائلی نظام' اس سے متعلق ہم نے پوری سورۃ التحریم پڑھی تھی۔ اجتماعی زندگی میں اس سے بلند تر سطح پر ہماری معاشرتی یا سماجی زندگی کا دائرہ ہے۔ اس کے متعلق ہم نے گزشتہ درس میں سورۂ بنی اسرائیل کے تیسرے اور چوتھے رکوع کا مطالعہ کیا تھا۔ اب جو اجتماعیت کی بلند ترین سطح ہے' یعنی قومی و ملی اور سیاسی و ریاستی زندگی' اس سے متعلق نہایت اہم مضامین اس سورۂ مبارکہ میں وارد ہو رہے ہیں۔

قرآن حکیم کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ قرآن حکیم اس طرح کی کتاب نہیں ہے جیسی عام طور پر انسانی تصانیف ہوتی ہیں۔ انسانی تصنیف میں ابواب ہوتے ہیں۔ پھر ہر باب کا ایک عنوان ہوتا ہے جو اس باب کے مضامین کی نشاندہی کرتا ہے۔ پھر وہ باب ذیلی عنوانات یا فصول میں منقسم ہوتا ہے اور ہر فصل میں بحث کا ایک حصہ مکمل ہو جاتا ہے' جبکہ قرآن مجید درحقیقت اس نوع کی کتاب نہیں ہے' بلکہ اسے ہم خطباتِ الٰہیہ کے مجموعے سے تعبیر کر سکتے ہیں اور یہ تعبیر غلط نہیں ہوگی۔ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے دوران مختلف مواقع اور مراحل پر یہ خطباتِ الٰہیہ نازل ہوتے رہے اور حضور ﷺ کی انقلابی دعوتِ توحید کو جن حالات' موانعات' اعتراضات اور مخالفتوں سے سابقہ پیش آتا تھا' ان کی مناسبت سے حضور ﷺ کو ہدایات دی جاتی رہی ہیں اور متعلقہ بحثیں نازل ہوتی رہیں۔ ان ہی کے ضمن میں وہ دائمی و ابدی رہنما اصول بھی دے دیئے گئے جن پر اللہ تعالیٰ اس دنیا میں انسان کی اجتماعی زندگی استوار دیکھنا چاہتا ہے' لیکن ان کے لئے قرآن حکیم میں غور و فکر اور تدبر لازم ہے۔ ان کو معلوم اور اخذ کرنے کے لئے آیات کے بین السطور جھانکنا پڑتا ہے اور سورتوں کے مضامین کا تجزیہ کر کے یہ چیز معین کرنی پڑتی ہے کہ یہاں کون سے دائمی اور ابدی رہنما اصول ہمیں مل رہے ہیں۔

اس پہلو سے اگر غور کریں تو اگرچہ سورۃ الحجرات کے شانِ نزول کے ضمن میں بھی ہمیں روایات ملتی ہیں' لیکن تفسیر قرآن کا ایک مستقل اصول ہے کہ "الاعتبارُ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب" یعنی قرآن مجید کے فہم کے ضمن میں اصل اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوگا' نہ کہ اس کے سبب کا جو کسی خاص واقعہ کے اعتبار سے شانِ نزول بنا ہے۔ اگر اس عموم کو پیش نظر رکھیں گے تو واقعہ یہ ہے کہ عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے کہ

ریاست کی سطح پر اس سورۂ مبارکہ میں کتنی اعلیٰ ترین اور جامع ترین رہنمائی دے دی گئی ہے۔ حالانکہ تصورِ ریاست (Concept of State) انسانی تاریخ کے اعتبار سے ایک جدید تصور ہے' لیکن قرآن مجید نے ریاست کی سطح پر ان دائمی و بنیادی اصولوں کی رہنمائی نوعِ انسانی کو عطا فرمادی تھی کہ جنہیں اسلامی ریاست میں رُوبعمل لایا جائے گا۔ ان سب کے لئے بنیادی واساسی رہنمائی ہمیں اس سورۂ مبارکہ میں مل جاتی ہے۔

اس سورت کو ہم بغرضِ تفہیم تین حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔ البتہ یہ بات جان لیجئے کہ یہ تقسیم قطعی تعیین کے ساتھ نہیں ہوگی بلکہ مضامین کی overlapping ہوگی۔ لیکن بحیثیت مجموعی یہ بات سامنے آئے گی کہ اس کے تین حصے ہیں جو تقریباً چھ چھ آیات پر مشتمل ہیں۔ پہلے حصہ میں اسلامی ہیئت اجتماعیہ کے جو بنیادی اصول ہیں اور جن ستونوں پر یہ عمارت کھڑی ہے' ان کو معین کیا گیا ہے۔ دوسرے حصہ میں مسلمانوں کی قومی و ملی زندگی کو انتشار سے بچانے اور اُمت کی شیرازہ بندی کو قائم و برقرار رکھنے کے ضمن میں آٹھ احکام دیئے گئے ہیں' جن میں ہم دیکھیں گے کہ دو بہت اہم اور بنیادی احکام ہیں اور چھ ان دونوں کے مقابلہ میں نسبتاً چھوٹے احکام ہیں۔ آخری حصہ میں پھر ایک تو یہ مسئلہ سامنے آتا ہے کہ مسلمانوں کی ہیئت اجتماعیہ کا پوری نوعِ انسانی کے ساتھ ربط و تعلق کیا ہے اور ان تعلقات کی بنیادیں کیا ہیں؟ پھر سب سے اہم مسئلہ یہ زیرِ بحث آتا ہے کہ مسلمانوں کی معاشرتی زندگی میں کسی شخص کو شامل کرنے کے لئے معیار کیا ہے؟ یا زیادہ واضح الفاظ میں یوں سمجھئے کہ اسلامی ریاست میں شہریت کی بنیاد اور اساس کیا ہے؟ پھر اس کے ضمن میں ایک اہم مضمون آئے گا جس پر یہ سورۂ مبارکہ ختم ہوگی کہ اسلام اور ایمان میں کیا فرق ہے؟ میں نے بطور تمہید ایک اجمالی اور مختصر سا جائزہ آپ حضرات کے سامنے رکھ دیا ہے کہ یہ ہیں وہ اہم مضامین جو اس سورۂ مبارکہ کے مطالعہ کے نتیجہ میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔

اسلامی ریاست کے دستورِ اساسی کا اصل الاصول

اس تمہید کے بعد اب آیئے کہ ہم اس سورۂ مبارکہ کی پہلی آیت پر اپنی توجہات کو مرتکز کریں۔ فرمایا : ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ﴾ "اے ایمان والو! اللہ اور اسکے رسول (ﷺ)

سے آگے مت بڑھو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو' اور جان رکھو کہ اللہ (ہر چیز کا) سننے والا' جاننے والا ہے" ـــــ اس کے معنی کیا ہیں! یہ کہ جیسے ایک مسلمان فرد' اپنی انفرادی حیثیت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کا پابند ہوتا ہے' اور اس کے لئے مادر پدر آزادی کا کہیں وجود نہیں ہے' ویسے ہی ایک مسلمان معاشرہ اور ایک اسلامی ریاست بھی مادر پدر آزاد نہیں ہے بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی پابند ہے۔ اسلام میں آزادی کا تصور یہ ہے کہ اللہ کی بندگی کے لئے ہر نوع کی دوسری غلامی سے نجات حاصل کرلی جائے۔ علامہ اقبال نے اسے یوں ادا کیا ہے۔ ؎

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اسی بات کو نبی اکرم ﷺ نے اس طور سے تعبیر فرمایا ((مَثَلُ الْمُؤْمِنِ وَمَثَلُ الْإِيْمَانِ كَمَثَلِ الْفَرَسِ فِي آخِيَّتِهٖ)) (مسند احمد) "مؤمن اور ایمان کی مثال اس گھوڑے کی سی ہے جو ایک کھونٹے سے بندھا ہوا ہے" ـــــ بڑی پیاری تمثیل ہے۔ ایک گھوڑا تو وہ ہے جس پر کوئی پابندی نہیں ہے' کوئی بندش نہیں ہے' وہ جدھر چاہے منہ مارے' جدھر چاہے زقند لگائے' آزادی کے ساتھ جس طرف چاہے اور جہاں تک چاہے خوب دوڑ لگائے۔ اس کے برعکس ایک گھوڑا وہ ہے جو ایک کھونٹے سے بندھا ہوا ہے۔ اب آپ فرض کیجئے کہ دس گز کی ایک رسی ہے جس سے وہ گھوڑا اپنے کھونٹے سے بندھا ہوا ہے۔ لہٰذا دس گز نصف قطر کے دائرہ کے اندر وہ گھوم پھر سکتا ہے۔ اس گھوڑے کو اتنی آزادی ہے کہ وہ اس دائرے کے اندر جس طرف چاہے پانچ سات گز کے فاصلہ پر جا کر بیٹھ جائے' مزید آگے جانا چاہے تو چند قدم اور اٹھالے' لیکن دس گز سے آگے ہرگز نہیں جاسکتا' اس لئے کہ وہ بندھا ہوا ہے ـــــ بقول اقبال ؎

صنوبر باغ میں آزاد بھی ہے پا بگل بھی ہے
انہی پابندیوں میں حاصل آزادی کو تو کر لے

تو یہ نہایت بلیغ تمثیل اور تشبیہ ہے جو نبی اکرم ﷺ نے دی کہ ایک بندۂ مؤمن کی زندگی ایک پابند زندگی ہے۔ وہ اللہ اور رسول ﷺ کے احکام اور اوامر و نواہی کا پابند ہے۔ اب ظاہر بات ہے کہ جب مسلمان فرد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کا پابند ہے

تو مسلمانوں کی ہیئتِ اجتماعیہ ان سے کیسے آزاد ہو جائے گی؟ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کی ہر سطح پر ان احکام کی پابندی ضروری ہے۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ عائلی زندگی اجتماعیت کی پہلی سطح ہے' معاشرتی زندگی اس سے بلند تر سطح ہے اور سیاسی زندگی یعنی ریاستی سطح پر ہمارے معاملات' یہ اجتماعیت کا بلند ترین تصور ہے۔ پس ہماری زندگی کی ہر سطح اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی پابند ہے۔ اگر مسلمانوں کی ہیئت اجتماعیہ موجود ہے اور ان کی ایک آزاد خود مختار ریاست قائم ہے تو اس کے معاملات میں' اس کے دستور و آئین میں اور اس کے قوانین میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام سے تجاوز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ہے حقیقی مفہوم اس سورۂ مبارکہ کی پہلی آیت کے اس حصہ کا: ﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ﴾ "اے اہل ایمان! مت آگے بڑھو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے"۔ یہاں جو لفظ "تُقَدِّمُوْا" آیا ہے اس کا لفظی ترجمہ ہو گا "مت آگے بڑھاؤ"۔ اس سے آگے لفظ "اَنْفُسَکُمْ" کہ "اپنے آپ کو آگے نہ بڑھاؤ" یا لفظ "رَایَکُم" کہ "اپنی رائے کو آگے مت بڑھاؤ" محذوف ماننا پڑے گا۔ ﴿ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ﴾ "اللہ اور اس کے رسول سے" ـــــ آیت کا یہ حصہ دونوں محذوف الفاظ کے ساتھ جڑا رہے گا۔ مفہوم یہ ہو گا کہ یہ ایک دائرہ ہے۔ تمہاری زندگی خواہ انفرادی معاملات سے متعلق ہو' خواہ اجتماعی زندگی کے مسائل سے تعلق رکھتی ہو' اس دائرے کے اندر اندر محدود رہنی چاہیئے۔

اگر غور کیا جائے تو یہ اسلامی ریاست کی سطح پر اس کی حیاتِ اجتماعی اور دستورِ اساسی کا اصل الاصول ہے' یا یوں کہئے کہ اس کی پہلی دفعہ اس آیت سے معین ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ریاست کے ضمن میں سب سے پہلی بحث یہ آئے گی کہ حاکمیت (Sovereignty) کس کی ہے؟ اور اسلامی ریاست میں حاکمیت مطلقہ صرف اللہ کی ہے ـــــ بقول علامہ اقبال مرحوم ؎

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اِک وہی باقی بتانِ آزری

لہٰذا مسلم معاشرتی نظریہ (Muslim Social Thought) یا مسلم سیاسی خیال (Muslim Political Thought) میں اساسی و بنیادی اور اہم ترین بات یہ ہے کہ

حاکمیت مطلقہ صرف اللہ کے لئے ہے۔ قرآن مجید میں اس بات کو متعدد مقامات پر مختلف اسالیب سے بیان کیا گیا ہے۔ سب سے زیادہ معروف الفاظ سورۂ یوسف کے ہیں : ﴿اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ﴾ یعنی "حکم دینے کا اختیارِ مطلق اللہ کے سوا اور کسی کو نہیں ہے"۔ اسی بات کو سورۃ الکھف میں منفی انداز میں یوں فرمایا : ﴿وَلَا یُشْرِکُ فِیْ حُکْمِہٖٓ اَحَدًا۝﴾ "اور وہ اپنے حکم (کے اختیار) میں کسی کو شریک کرنے کے لئے تیار نہیں ہے" —— البتہ یہ ضرور ہے کہ اللہ کی حاکمیت کے اصول کا انسانی معاشرہ میں عملی طور پر جو نفاذ ہو گا وہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے واسطہ سے ہو گا۔ اس لئے کہ اللہ تو غیب کے پردوں میں ہے' اس کا حکم سب لوگوں کو براہ راست نہیں پہنچتا بلکہ اس نے اپنے احکام لوگوں تک پہنچانے کے لئے اپنی حکمت بالغہ سے نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری فرمایا جس کی آخری کڑی ہیں خاتم النبیّین سید المرسلین جناب محمد رسول اللہ ﷺ —— لہٰذا حاکمیت الٰہیہ کی جو عملی تشکیل ہو گی وہ سورۃ النساء کی اس آیت کے حوالے سے ہو گی کہ ﴿اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ﴾ "اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول (ﷺ) کی اور تم میں سے جو صاحب امر ہیں ان کی"۔ اس آیۂ مبارکہ میں "اَطِیْعُوْا" جو صیغہ امر ہے' دو مرتبہ آیا ہے' اللہ کے ساتھ بھی اور رسول ﷺ کے ساتھ بھی۔ ﴿اَطِیْعُوْا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ "اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول (ﷺ) کی" —— لیکن آگے جب اس اطاعت کی زنجیر کی تیسری کڑی آئی تو فعل امر "اَطِیْعُوْا" کو لوٹایا نہیں گیا بلکہ فرمایا گیا : ﴿وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ﴾ "اور ان کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں" —— اس اسلوب سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت بالذات اور مطلق ہے' جبکہ "اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ" کی اطاعت مشروط ہو گی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے دائرہ کے اندر اندر حکم دے سکتے ہیں' اس کے باہر نہیں۔ اس کے لئے نبی اکرم ﷺ نے دائمی طور پر یہ اصل الاصول معین فرما دیا ہے کہ ((لَا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ)) یعنی کسی ایسے معاملہ میں مخلوق میں سے کسی کے حکم کی اطاعت نہیں کی جائے گی جس سے خالق کی معصیت یعنی اللہ کی نافرمانی لازم آ رہی ہو۔

پس قرآن مجید میں مختلف مقامات پر مختلف اسالیب سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ

کی اطاعت کے جو احکام دیئے گئے ہیں' ان سب کو جمع کیا جائے تو اس کا جو حاصل نکلتا ہے اسے بڑی جامعیت اور بڑی خوبصورتی کے ساتھ سورۃ الحجرات کی پہلی آیت میں بایں الفاظِ مبارکہ بیان فرما دیا گیا ہے : ﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ﴾ "اے اہل ایمان! مت آگے بڑھو اللہ سے اور اس کے رسول (ﷺ) سے۔"

یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ یہ بڑے دستوری' آئینی اور قانونی الفاظ ہیں اس اصول الاصول کی تعیین کے لئے کہ انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام امور و مسائل اور معاملات اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے دائرے کے اندر اندر رہیں گے' اس سے تجاوز جائز نہیں ہو گا۔ البتہ اس دائرے کے اندر رہتے ہوئے حسب حالات اور حسب موقع اپنی مرضی استعمال کرنے کا حق حاصل ہے۔ میں یہ بات اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ اہل لغت و نحو تمام کے تمام اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں کہ "امر" کے مقابلہ میں "نہی" میں زیادہ زور (emphasis) ہوتا ہے۔ یعنی ایک یہ کہ حکم دیا جائے کہ "اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو" اور دوسرے یہ کہ بات یوں کہی جائے کہ "اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے آگے مت بڑھو" تو یہ جو دوسرا انداز ہے اس میں تاکید کا رنگ زیادہ غالب ہے۔

پھر یہ کہ اگر غور کریں تو نظر آئے گا کہ خالص دستوری اعتبار سے یہ الفاظ نہایت جامع (comprehensive) ہیں۔ یہ الفاظ اس طریقہ سے اس بات کا احاطہ کر لیتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے جو واضح احکام ہیں ان سے تجاوز نہیں کیا جا سکے گا' ان کے اندر اندر آزادی حاصل ہے' جیسے گھوڑے کی مثال کے ضمن میں عرض کیا گیا تھا کہ کھونٹے سے بندھے ہوئے گھوڑے کو بس اتنی آزادی ہے کہ وہ اپنی رسی کی مقدار کے مطابق ایک معین دائرے کے اندر اندر گھوم پھر سکتا ہے اور جس سمت چاہے اور رسی کی حدود میں رہتے ہوئے جتنے فاصلے پر چاہے جا کر بیٹھ سکتا ہے۔ لہٰذا سورۃ الحجرات کے ان الفاظ کے ذریعے سے ایک دائرہ کھینچ دیا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی حیثیت "حدود اللہ" کی ہے۔ ان سے تجاوز نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اس دائرے کے اندر اندر تمہیں اختیار حاصل ہے کہ اپنے ریاستی' مملکتی اور انتظامی امور اپنی

صوابدید سے طے کرسکتے ہو' اپنے قوانین بناسکتے ہو۔

اسلامی ریاست میں شوریٰ کی اہمیت

لیکن اس کے لئے ایک اصل الاصول سورۃ الشوریٰ میں بیان کر دیا گیا ہے جسے اختیارات کے دائرے میں بہرحال ملحوظ رکھنا ہو گا۔ وہ اصل الاصول یہ ہے کہ ﴿ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ﴾ "اور (اہل ایمان) اپنے معاملات باہمی مشورے سے چلاتے ہیں۔" (آیت ۳۸) یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے دائرے کے اندر بھی کسی فردِ واحد' کسی خاندان' کسی طبقہ یا کسی گروہ کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ قوت نافذہ پر قابض ہو کر اس طرح بیٹھ جائے کہ گویا وہ اصل حکمران ہیں اور بقیہ لوگ صرف ان کی رعیت ہیں کہ جس طرح چاہیں ان پر اپنی مرضی ٹھونس دیں۔ اسلام اس نوع کے Authoritarianism اور Totalitarianism کی یعنی کسی فرد' طبقے' گروہ یا خاندان میں اختیارات کے ارتکاز کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ اسلامی ریاست کے معاملات کو چلانے کے لئے شورائیت کا نظام ازروئے قرآن مجید لازم ہے۔ سورۃ الشوریٰ کی اس آیت میں یہ اصل الاصول اور اسلامی نظامِ حیات کی یہ خصوصیت بیان کی گئی ہے کہ اس میں وہ تمام اجتماعی امور جن کے متعلق قرآن و سُنّت میں کوئی صریح حکم یا ہدایت نہ ہو' مشورے سے انجام پاتے ہیں۔

البتہ یہاں شوریٰ کی کوئی خاص شکل متعین نہیں کی گئی ہے اور اس کے بارے میں ہمیں قرآن میں کسی دوسرے مقام پر بھی کوئی تفصیلی نقشہ نہیں ملتا کہ نظامِ حکومت کیا ہو!۔ صدارتی ہو یا پارلیمانی ہو! وحدانی ہو کہ وفاقی ہو! اور اگر عام انتخاب ہوں تو اس کے لئے ووٹ کا حق کسے ہے' کسے نہیں ہے؟ یہ تمام معاملات انتظامی امور ہیں۔ تمدن کے ارتقاء کے اعتبار سے جس سطح پر جو معاشرہ ہو گا' اس کی مناسبت سے ﴿ لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾ کے اصول کے پیش نظر تمام معاملات اس دائرے کے اندر اندر رہیں جو کتاب و سُنّت نے کھینچ دیا ہے۔ اور یہ معاملات باہمی مشورے سے انجام پائیں۔

نظامِ شورائیت کی کوئی معین شکل نہ دینے کی یہ حکمت سمجھ میں آتی ہے کہ اسلام کے دائمی وابدی اوامر و نواہی اور احکام ساری دنیا کے لئے' ہر دَور اور ہر زمانہ کے لئے اور ہمیشہ کے لئے ہیں' لہٰذا شوریٰ کا ایک خاص طریقہ ہر دَور' ہر سوسائٹی اور ہر تمدن کے لئے

یکساں موزوں نہیں ہو سکتا۔ البتہ شوریٰ کا جو قاعدہ آیت کے اس حصہ میں بیان کیا گیا ہے کہ ﴿ اَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَيْنَهُمْ ﴾ "(اہل ایمان) اپنے کام باہم مشاورت سے چلاتے ہیں" یہ قاعدہ تین باتوں کا متقاضی ہے۔ ایک یہ کہ معاملہ جن لوگوں کے اجتماعی کام سے متعلق ہو' ان سب کو مشورے میں شریک ہونا چاہئے' خواہ وہ براہ راست شریک ہوں' یا اپنے منتخب کردہ نمائندوں کے توسط سے شریک ہوں۔ دوسرے یہ کہ مشورہ آزادانہ' بے لاگ اور مخلصانہ ہونا چاہئے۔ دباؤ یا لالچ کے تحت مشورہ لینا مشورہ نہ لینے کے برابر ہے۔ تیسرے یہ کہ جو مشورہ اہل شوریٰ کے اتفاقِ رائے سے دیا جائے یا جسے ان کی اکثریت کی تائید حاصل ہو' اسے تسلیم کیا جائے اور اس کے مطابق حکومت اور اجتماعیت کے تمام معاملات چلائے جائیں۔

اب آپ غور کیجئے کہ یہ مملکت خداداد پاکستان ہم نے قائداعظم محمد علی جناح کے الفاظ میں اس لئے حاصل کی تھی کہ ہم ایک آزاد و خود مختار خطہ اس مقصد کے لئے حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام کے جو ابدی اصول ہیں ہم اس مملکت کو ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے ایک تجربہ گاہ بنائیں' اسے ایک نمونہ کا اسلامی معاشرہ اور نمونہ کی ایک اسلامی ریاست بنا کر پوری دنیا کے سامنے پیش کریں۔

الحمد للہ ہمارے یہاں "قراردادِ مقاصد" میں یہ بات طے ہو گئی کہ "حاکمیت مطلقہ اللہ کی ہے"۔ ہم نے پہلی بار اس اصول سے دنیا کو روشناس کرایا اور یہ بات پیش نظر رکھئے کہ تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ کسی آزاد و خود مختار اور ذمہ دار اسمبلی نے (وہ ہماری دستور ساز اسمبلی تھی) اس طریقہ سے ایک اجتماعی فیصلہ کا اعلان و اظہار کیا کہ ریاست میں حاکمیت مطلقہ اللہ کی ہے۔ اس کے متعلق ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ریاست کی سطح پر یہ گویا کلمۂ شہادت تھا : اَشْهَدُ اَن لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُولُ اللّٰهِ جس کا اعلان و اظہار قراردادِ مقاصد کے ذریعے سے پوری دنیا کے سامنے ہوا۔ اور میں آج خراجِ تحسین ادا کرنا چاہتا ہوں اُس شخص یا ان اُشخاص کو جنہوں نے اس دفعہ کے الفاظ معین کئے ہیں جو ہمیشہ سے دستور پاکستان کے رہنما اصولوں میں شامل رہی ہے۔

"No legislation will be done repugnant to the Quran and the Sunnah."

"کوئی قانون سازی نہیں کی جائے گی جو قرآن اور سُنّت سے متخالف اور

متصادم ہو۔"

میں نہیں جانتا کہ ان کے پیش نظر سورۃ الحجرات کی یہ آیۂ مبارکہ تھی یا نہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس دفعہ کے الفاظ کامل ترین نمائندگی کرتے ہیں اس آیۂ مبارکہ کے الفاظ کی ﴿ لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾ "مت آگے بڑھو اللہ اور اس کے رسول سے۔"

اللہ تعالیٰ کا فرمان، قرآن مجید ہے۔ اگر آپ اس سے آگے نہیں بڑھتے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ اللہ سے آگے نہیں بڑھے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی سُنّت آپؐ کے افعال و اقوال پر مشتمل ہے۔ اگر ہم اس سے آگے نہ بڑھنے کا اقرار کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے احکام کے دائرہ کے اندر رہنے کا عزم کیا ہے ــــــ میرے نزدیک یہ دفعہ اسلامی دستور کی بنیادی شرط کو بتمام و کمال اور باحسن وجوہ پورا کرتی ہے، بشرطیکہ یہ دفعہ محض رہنما اصول (Directive Principles) میں نہ ہو بلکہ نافذ العمل دفعات (Operative Clauses) میں شامل ہو۔ بدقسمتی سے ہماری کوتاہی یہ رہی ہے کہ اس کو تاحال نافذ العمل دفعہ بنانے کے بجائے صرف رہنما اصولوں میں رکھا گیا ہے۔ البتہ موجودہ دور میں وفاقی شرعی عدالت کے قیام کی صورت میں یوں سمجھئے کہ اس دفعہ پر عمل کا کسی نہ کسی درجے میں آغاز ہوا ہے[1] اور دورِ جدید میں اسلامی ریاست کے تقاضوں میں سے ایک بنیادی تقاضے کو، ناقص شکل ہی میں سہی، پورا کرنے کا کام شروع ہو گیا ہے۔ اللہ کرے کہ وہ دن جلد از جلد پاکستان پر طلوع ہو کہ اسلامی ریاست کے جو بھی تقاضے ہیں ان پر بھرپور انداز اور عزم بالجزم سے اقدامات شروع ہوں۔

اقول قولی ھذا واستغفر اللّٰہ لی ولکم ولسائر المسلمین والمسلمات ○○

---

(۱) واضح رہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب کا یہ خطاب پاکستان ٹیلی ویژن پر ۸۲-۱۹۸۱ء کے دوران نشر ہوا تھا۔

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

دینِ ابراہیمؑ اور ریاست اسرائیل قرآن مجید کی روشنی میں

تالیف : عمران این حسین ـــــ اردو ترجمہ : سید افتخار احمد

بابِ اول

تورات اور سرزمین فلسطین

تورات میں "کتابِ پیدائش" سے ہی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے خطاب فرمایا کہ :

"میں خداوند ہوں جو تجھے کسدیوں کے اُور سے نکال لایا کہ تجھ کو یہ ملک میراث میں دوں"۔ (پیدائش ۱۵:۷)

"اسی روز خداوند نے ابراہام سے عہد کیا اور فرمایا کہ یہ ملک دریائے مصر سے لے کر اس بڑے دریا یعنی دریائے فرات تک میں نے تیری اولاد کو دے دیا"۔

(پیدائش ۱۵ : ۱۸)

"اور میں اپنے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ان کی سب پشتوں کے لئے اپنا عہد جو ابدی عہد ہو گا باندھوں گا' تاکہ میں تیرا اور تیرے بعد تیری نسل کا خدا رہوں۔ اور میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک' جس میں تو پردیسی ہے' ایسا دوں گا کہ وہ دائمی ملکیت ہو جائے اور میں ان کا خدا ہوں گا"۔ (پیدائش ۱۷ : ۷-۸)

اس کے بعد "گنتی" کی کتاب سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل کو ہدایات کے دوران خطاب فرمایا کہ:

"بنی اسرائیل سے یہ کہہ دے کہ جب تم یردن کو عبور کر کے ملک کنعان میں داخل ہو تو تم اس ملک کے سب باشندوں کو وہاں سے نکال دینا۔ اور ان کے شبیہ دار

پتھروں کو اور ان کے ڈھالے ہوئے بتوں کو توڑ ڈالنا اور ان کے سب اونچے مقاموں کو مسمار کر دینا۔ اور تم اس ملک پر قبضہ کر کے اس میں بسنا' کیونکہ میں نے وہ ملک تم کو دیا ہے کہ تم اس کے مالک بنو۔ اور تم قرعہ ڈال کر اس ملک کو اپنے گھرانوں میں میراث کے طور پر بانٹ لینا۔ جس خاندان میں زیادہ آدمی ہوں اس کو زیادہ اور جس میں تھوڑے ہوں اس کو تھوڑی میراث دینا' اور جس آدمی کا قرعہ جس جگہ کے لئے نکلے وہی اس کو حصہ میں ملے۔ تم اپنے آبائی قبائل کے مطابق اپنی اپنی میراث لینا۔ لیکن اگر تم اس ملک کے باشندوں کو اپنے آگے سے دور نہ کرو تو جس کو تم باقی رہنے دو گے وہ تمہاری آنکھوں میں خار اور تمہارے پہلوؤں میں کانٹے ہوں گے اور اس ملک میں جہاں تم بسو گے تم کو دق کریں گے اور آخر کار یوں ہو گا کہ جیسا میں نے ان کے ساتھ کرنے کا ارادہ کیا ویسا ہی تم سے کروں گا"۔ (گنتی ۳۳ : ۵۱-۵۶)

"بنی اسرائیل کو حکم کر اور ان کو کہہ دے کہ جب تم ملک کنعان میں داخل ہو' یہ وہی ملک ہے جو تمہاری میراث ہو گا یعنی کنعان کا ملک مع اپنی حدود اربعہ کے' تو تمہاری جنوبی سمت دشت صین سے لے کر ملک ادوم کے کنارے کنارے ہو اور تمہاری جنوبی سرحد دریائے شور کے آخر سے شروع ہو کر مشرق کو جائے۔ وہاں سے تمہاری سرحد عقرابیم کی چڑھائی کے جنوب تک پہنچ کر مڑے اور صین سے ہوتی ہوئی قادس برنیع کے جنوب میں جا کر نکلے اور حصر ادار سے ہو کر عضمون تک پہنچے۔ پھر یہی سرحد عضمون سے ہو کر گھومتی ہوئی مصر کی نہر تک جائے اور سمندر کے ساحل پر ختم ہو۔ اور مغربی سمت میں بڑا سمندر اور اس کا ساحل ہو۔ سو یہی تمہاری مغربی سرحد ٹھہرے۔ اور شمالی سمت میں تم بڑے سمندر سے کوہ ہور تک اپنی حد رکھنا۔ پھر کوہِ ہور سے حمات کے مدخل تک تم اس طرح اپنی حد مقرر کرنا کہ وہ صداد سے جا ملے۔ اور وہاں سے ہوتی ہوئی زِفرون کو نکل جائے اور حصر عینان پر جا کر ختم ہو۔ یہ تمہاری شمالی سرحد ہو۔ اور تم اپنی مشرقی سرحد حصر عینان سے لے کر سفام تک باندھنا۔ اور یہ سرحد سفام سے ربلہ تک جو عین کے مشرق میں ہے جائے اور وہاں سے نیچے کو اُترتی ہوئی کنرت کی جھیل کے مشرقی کنارے تک پہنچے۔ اور پھر یردن کے کنارے کنارے نیچے کو جا کر دریائے شور پر ختم ہو۔ ان حدود کے اندر کا ملک تمہارا ہو گا۔" (گنتی ۳۴ : ۲-۱۲)

آخر میں "کتابِ استثنا" میں بنی اسرائیل سے ایک دفعہ اور خطاب فرماتے ہوئے ان کے لئے نصیحت ہے کہ:

"اس لئے میری باتوں کو تم اپنے دل میں اور اپنی جان میں محفوظ رکھنا اور نشان کے طور پر ان کو اپنے ہاتھوں پر باندھنا اور وہ تمہاری پیشانی پر ٹیکوں کی مانند ہوں۔ اور تم ان کو اپنے لڑکوں کو سکھانا اور تو گھر بیٹھے اور راہ چلتے اور لیٹتے اور اٹھتے وقت ان ہی کا ذکر کیا کرنا۔ اور تو ان کو اپنے گھر کی چوکھٹوں پر اور پھاٹکوں پر لکھا کرنا۔ تاکہ جب تک زمین پر آسمان کا سایہ رہے تمہاری اور تمہاری اولاد کی عمر اس ملک میں دراز ہو جس کو خداوند نے تمہارے باپ دادا کو دینے کی قسم ان سے کھائی تھی۔ کیونکہ اگر تم ان سب حکموں کو' جو میں تم کو دیتا ہوں' جانفشانی سے مانو اور ان پر عمل کرو' اپنے خداوند سے محبت رکھو اور اس کی سب راہوں پر چلو اور اس سے لپٹے رہو تو خداوند ان سب قوموں کو تمہارے آگے سے نکال ڈالے گا اور تم ان قوموں پر' جو تم سے بڑی اور زور آور ہیں' قابض ہو گے۔ جہاں جہاں تمہارے پاؤں کا تلوا ٹکے وہ جگہ تمہاری ہو جائیگی' یعنی بیابان اور لُبنان سے اور دریائے فرات سے مغرب کے سمندر تک تمہاری سرحد ہوگی۔ اور کوئی شخص وہاں تمہارا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ کیونکہ تمہارا خدا تمہارا رعب اور خوف اس تمام ملک میں' جہاں کہیں تمہارے قدم پڑیں' پیدا کر دے گا۔ جیسا اس نے تم سے وعدہ کیا ہے۔" (استثنا ۱۱ : ۱۸-۲۵)

تورات کی "کتاب پیدائش" میں یہ بالکل واضح ہے کہ کنعان کی سرزمین ابراہیم علیہ السلام کو ان کے اس اہم منصب کے نتیجہ میں دی گئی تھی جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو فائز کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ ایک عہد باندھا جس میں تحفتاً یہ زمین ان کو ملی۔ اور زمین کی وراثت ابراہیمؑ کی اولاد کو عطا ہوئی۔ کتاب پیدائش میں اس سرزمین کی ملکیت ابراہیم اور ان کی اولاد کو دیتے وقت کہیں اشارتاً بھی یہ نہیں کہا گیا کہ وراثت کا حق ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے صرف ایک حصہ یعنی بنی اسرائیل کو دیا گیا ہے' اور دوسرے حصہ یعنی بنی اسمٰعیل کو اس سے خارج کر دیا گیا ہے۔

"گنتی" میں اور پھر "استثنا" میں صاف اور غیر مشکوک الفاظ میں بنی اسرائیل کو خطاب کیا گیا ہے کہ وہ کنعان کی سرزمین میں داخل ہوں' جو اس وقت تک ان ہی کی ملکیت تھی۔ لیکن ان کی ملکیت کے دعویٰ کی بنیاد اس وقت بھی ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد سے کیا جانے والا پرانا وعدہ تھا۔ کہیں بھی "گنتی" میں یا "استثنا" میں بنی اسمٰعیل کے زمین کے حق شراکت سے محروم یا بے دخل ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ "پیدائش" یا "گنتی" یا "استثنا" میں اس زمین کے رقبہ کے بارے میں اختلاف ہے جو ابراہیم علیہ السلام کو دی گئی۔ یہ اختلاف واضح طور پر موجودہ تورات میں انسانی مداخلت کی وجہ سے ہے۔

فلسطین۔ خالص یہودی حق؟

تورات میں اس سرگزشت کی تفصیل موجود ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو ان کے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کی پیدائش کے ۱۳ سال بعد خوشخبری دی جاتی ہے کہ ان کی معمر بیوی سارہ کے ہاں ایک بیٹے اسحٰق علیہ السلام کی ولادت ہوگی۔ تورات میں یہ بھی مذکور ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اس خبر پر بہت حیران اور بے یقینی کی کیفیت میں تھے۔

"اور ابراہام نے خدا سے کہا کہ کاش اسمٰعیلؑ ہی تیرے حضور جیتا رہے۔"
(پیدائش ۱۷ : ۱۸)

اس پر تورات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب مذکور ہے جو اس سے بھی زیادہ حیران کن ہے۔

"تب خدا نے فرمایا کہ بیشک تیری بیوی سارہ کے تجھ سے بیٹا ہو گا۔ تو اس کا نام اضحاق رکھنا اور اس سے اور پھر اس کی اولاد سے اپنا عہد' جو ابدی عہد ہے' باندھوں گا۔ اور اسمٰعیل کے حق میں بھی میں نے تیری دُعا سنی۔ دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے بہرہ مند کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا۔ اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا۔ لیکن میں اپنا عہد اضحاق سے باندھوں گا جو اگلے سال اسی وقت معین پر سارہ سے پیدا ہو گا۔" (پیدائش ۱۷ : ۱۹۔۲۱)

اس حیران کن جواب نے بغیر کسی وجہ اور دلیل کے اسمٰعیل علیہ السلام کو اس "عہد" میں اپنے باپ اور مستقبل میں آنے والے بھائی کے ساتھ شراکت سے بے دخل کر دیا۔ بلکہ موجودہ تورات نے ابراہیم علیہ السلام کے پہلے بیٹے اسماعیلؑ کے لئے اس سے بھی سخت مشکلات پیدا کی ہیں۔ جب سارہ سلام علیہا نے انہیں اور ان کی ماں کو اپنے مورث اعلیٰ یعنی ابراہیم علیہ السلام کے گھر سے جلا وطن کرنے کا مطالبہ کر دیا۔

"اور خدا نے ابراہام سے کہا کہ تجھے اس لڑکے اور اپنی لونڈی کے باعث برا نہ لگے۔ جو کچھ سارہ تجھ سے کہتی ہے تو اس کی بات مان کیونکہ اضحاق سے تیری نسل کا نام چلے گا اور اس لونڈی کے بیٹے سے بھی میں ایک قوم پیدا کروں گا' اس لئے کہ وہ تیری نسل ہے"۔ (پیدائش ۲۱ : ۱۲۔۱۳)

تورات میں اگرچہ اسمٰعیل علیہ السلام کو ابراہیم علیہ السلام کی نسل قرار دیا گیا ہے' اور اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد کو ایک بڑی قوم کے طور پر بڑھانے کی بشارت بھی دی ہے' تاہم تورات بتاتی ہے کہ ابراہیمؑ کی نسل اسمٰعیلؑ سے نہیں چلے گی۔ اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد کو ابراہیم علیہ السلام کی نسل کا درجہ نہ دینے کی کوئی معقول توجیہ نہیں کی گئی۔ حالانکہ تورات نے ہاجرہ سلام علیہا کو ابراہیم علیہ السلام کی بیوی

تسلیم کیا ہے۔

"اور ابراہام کو ملک کنعان میں رہتے دس برس ہو گئے تھے جب اس کی بیوی ساری نے اپنی مصری لونڈی ہاجرہ اسے دی کہ اسکی بیوی بنے" (پیدائش ۱۶ : ۳)

ابرہیم علیہ السلام نے بیٹے کے لئے دُعا کی' اور جب اُن کا بیٹا اس عورت کے بطن سے جو ان کی بیوی تھیں پیدا ہوا تو وہ ان کی نسل بنے۔ اگر اسمٰعیل علیہ السلام' ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے تو صرف اسحاق علیہ السلام کی نسل کو ابراہیمؑ کی نسل قرار دینا کہاں کا انصاف ہے؟ اسمٰعیل علیہ السلام کے اخراج کو جائز قرار دینے کیلئے کسی نے بابل کے بُت پرست بادشاہ ہمورابی کا قانون بطور سند استعمال کیا ہے۔ لیکن یہ بہت ہی غیر اخلاقی اور غیر مدلل ہے کہ بابل کے بُت پرست بادشاہ ہمورابی کا قانون ابراہیم علیہ السلام کے کردار کو سمجھنے' جانچنے یا توضیح کرنے کیلئے استعمال کیا جائے' جب کہ ابراہیم علیہ السلام نے پہلی دفعہ زمین پر ایک سچا دین قائم کیا جو نتیجتاً سب سے منفرد تھا۔ ہمورابی بابل کی پہلی بادشاہت کا چھٹا بادشاہ تھا(۱۷۹۲-۱۷۵۰ق م)ہمورابی دراصل عمورابی کا بگڑا ہوا نام ہے۔ جس کا مادہ عم ہے جو بت پرست عرب میں خدا کے نام کے طور پر مستعمل تھا۔

اس ناانصافی کے ساتھ تذلیل شامل کرنے کے لئے تحریف شدہ تورات بیان کرتی ہے کہ حاملہ ہاجرہ سلام علیہا کو ایک فرشتہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمایا کہ جو بیٹا اسمٰعیلؑ وہ جنے گی:

"..... وہ گورخر کی طرح آزاد مرد ہوگا۔ اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہوں گے۔ (یعنی سب اس سے نفرت کریں گے اور اس سے لڑیں گے)....." (پیدائش ۱۶ : ۱۲)

موجودہ تورات کے اسمٰعیل علیہ السلام کو عہد سے خارج کرنے' اپنے والد کی وراثت سے محروم کرنے اور انہیں شیطانی کردار دینے کے رویہ ہی کو آج یہودی اپنے اس دعویٰ کے صحیح ہونے کو کہ صرف وہ ہی اللہ کے چنے ہوئے بندے ہیں' استعمال کرتے ہیں۔ لہٰذا اسی بنیاد پر ان کا بلا شرکت غیرے متبرک سرزمین پر ملکیت کا حق ہے!۔

لیکن کیا یہ اصلی تورات ہے جو صورت حال کو اس طرح بیان کرتی ہے؟ یا یہ تحریف شدہ تورات ہے؟ اور کیا آج کے یہودی بھی اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے ہیں؟ اور یہ سوال اپنی جگہ موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسمٰعیلؑ کو کیوں اس حق سے محروم کیا اور بنی اسرائیل کو بلا شرکت غیرے یہ حق عطا کیا جیسا کہ تحریف شدہ تورات میں مذکور ہے؟ ایک ہی باپ ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹوں اسمٰعیل علیہ السلام اور اسحٰق علیہ السلام کے مرتبہ میں یہ کون سا بنیادی فرق ہے جس کی بنا پر ایک چنا ہوا اور دوسرا خارج شدہ اور محروم ہے؟

باب دوم

قرآن مجید اور متبرک سرزمین

قرآن مجید میں کنعان یا (فلسطین) کی متبرک سرزمین کا ابراہیم علیہ السلام کو عطا کیے جانے کے بارے میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ قرآن مجید میں جو مذکور ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلائے جانے سے بچایا اور اس کے بعد ابراہم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی فلسطین کی متبرک سر زمین کی طرف رہنمائی کی :

﴿ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ○ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ○ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ○ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ○ ﴾

(الانبیاء ۲۱ : ۶۸-۷۱)

”وہ بولے : اس کو جلاؤ اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر کچھ کرتے ہو۔ ہم نے کہا : اے آگ ابراہیمؑ پر سلامتی والی ٹھنڈی ہو جا۔ وہ اس کا برا چاہنے لگے۔ پھر ان ہی کو ہم نے نقصان میں ڈالا۔ اور ہم نے اس کو اور لوط کو اس سرزمین کی طرف بچا نکالا جس میں ہم نے جہان والوں کے لئے برکت رکھی تھی“۔

اب ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کو بُت پرستوں کی سرزمین سے نکال کر اللہ تعالیٰ نے اُس سر زمین میں داخل کر دیا جس میں تمام انسانیت کے لئے برکت رکھی گئی ہے۔ اس اشارے سے صاف ظاہر ہے کہ فلسطین کی متبرک سرزمین ابراہیم علیہ السلام کے پیرو کاروں کے لئے ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی وفات کے وقت صرف بنی اسرائیل ہی اس سرزمین میں موجود ایسے لوگ تھے جو ابراہیم علیہ السلام کے دین پر کاربند تھے۔ لہٰذا اُس وقت یہ سرزمین انہی کا حق تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے پوتے یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کے کہنے پر بنی اسرائیل کو اس سرزمین سے نکل کر مصر میں رہنے کی ہدایت کی۔ قریباً ۴۰۰ سال مصر میں رہنے کے بعد جب وہ غلام بنالئے گئے تھے تو موسیٰ علیہ السلام ان کو مصر سے نکال کر صحرائے سینا میں لے گئے۔ فرعون کی غلامی سے آزادی کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا :

﴿ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ

الْعٰلَمِيْنَ○ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ○ ﴾ (المائدة ۵ : ۲۰-۲۱)

''اور جب کہا موسیٰؑ نے اپنی قوم سے : اے قوم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے احسان کو یاد کرو جب تم میں نبی پیدا کئے گئے اور تم کو بادشاہ بنا دیا اور تم کو وہ کچھ دیا جو اس دُنیا میں کسی اور کو نہیں دیا تھا۔ اے میری قوم! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر کر دی ہے۔ اور اپنی پیٹھ کی طرف نہ لوٹو ورنہ نقصان اُٹھانے والے بن جاؤ گے''۔

اس طرح قرآن مجید تورات کے اس دعویٰ کی تائید کرتا ہے کہ کنعان کی متبرک سرزمین بنی اسرائیل کو عطا کی گئی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ صیہونی تحریک' یہودی قوم اور اسرائیل کی ریاست تینوں نے جان بوجھ کر قرآن مجید کے اس اہم بیان کی سیاق و سباق کے تحت صحیح عکاسی سے گریز کیا ہے۔ جو ایک لمحہ فکریہ ہے۔[1] قرآن مجید آگے بیان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت کہ وہ اس سرزمین کو حاصل کرنے کے لئے جنگ لڑیں اور پھر اس حکم کی خلاف ورزی کرنے پر بنی اسرائیل کو سزا دی گئی۔

﴿ قَالُوْا يٰمُوْسٰى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ○ ﴾ (المائدة ۵ : ۲۲)

''وہ بولے اے موسیٰؑ وہاں ایک زبردست قوم آباد ہے۔ اور ہم ہرگز وہاں نہ جائیں گے جب تک کہ وہ وہاں سے نہ نکل جائیں۔ پھر اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم ضرور وہاں داخل ہوں گے''۔

﴿ قَالُوْا يٰمُوْسٰى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ○ ﴾ (المائدة ۵ : ۲۴)

''وہ بولے : اے موسیٰ ہم ہرگز وہاں نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں رہیں گے۔ سو تو جا اور تیرا رب اور تم دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں''۔

قرآن مجید میں صورتحال واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس متبرک سرزمین کا بلا شرکت غیرے اور غیر مشروط حق کسی کو نہیں دیا۔ یہ متبرک سرزمین اس وقت تک بنی اسرائیل کی ملکیت تھی جب تک کہ وہ دینِ ابراہیم علیہ السلام کے وفادار تھے۔ تقویٰ اور نیک کرداری اس نظامِ زندگی کا بنیادی وصف ہے جو اللہ وحدہ لا شریک نے پسند فرمایا ہے۔ یہودیوں کا رویہ موسیٰ علیہ السلام کی ساتھ چالبازی کا تھا۔ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے مذہب کی روح سے انحراف کیا' اس لئے ان کو اللہ تعالیٰ کی

طرف سے سزا ملی۔ وہ سزا یہ تھی کہ چالیس سال تک وہ اس سرزمین میں داخلے سے محروم کر دیئے گئے۔

﴿ قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ لَاۤ اَمۡلِکُ اِلَّا نَفۡسِیۡ وَ اَخِیۡ فَافۡرُقۡ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ ۝ ﴾ (المائدۃ ۵ : ۲۵)

''موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے اللہ میرا اختیار تو صرف میری جان اور میرے بھائی پر ہے۔ تو ہم میں اور اس فاسق قوم میں جدائی فرمادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ سرزمین چالیس سال تک ان پر حرام کر دی گئی ہے' یہ زمین میں بھٹکتے پھریں گے۔ تو اس فاسق قوم پر افسوس نہ کر''۔

چنانچہ وہ چالیس سال تک صحرائے سینا میں بھٹکتے رہے' جہاں ان سرکش منکروں کی ایک نسل (Generation) ختم ہو گئی اور یہ بعد میں آنے والی نسل تھی جو ۴۰ سال بعد اس متبرک سرزمین میں داخل ہو سکی اور جس نے اسرائیلی ریاست قائم کی۔ یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ فلسطین کی سرزمین کی ملکیت کا حق تقویٰ اور نیک کرداری کے ساتھ مشروط تھا کہ اگر بنی اسرائیل دوبارہ میثاق سے انحراف کریں گے تو ایک مرتبہ پھر یہ سرزمین ان سے چھین لی جائے گی۔ فی الواقع انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے میثاق کی خلاف ورزی کی۔ چنانچہ قرآن مجید کی سورۂ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے دو واقعات خصوصی طور پر بیان فرمائے ہیں کہ ان کی اس میثاق سے بغاوت اتنی بڑھی کہ اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ طاقتور فوجوں کو بنی اسرائیل کی تباہی و بربادی کے لئے بھیجا' جنہوں نے دونوں مرتبہ ان کو اس متبرک سرزمین سے نکال باہر کیا۔

تورات کے بیان کے مطابق بنی اسرائیل کا اس سرزمین پر حق ملکیت کسی مستحسن کام یا استحقاق کی بنیاد پر نہیں تھا' بلکہ تورات تو بچھڑے کی پوجا' بنی اسرائیل کی نافرمانی اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کے سرکش رویہ پر ان کو ملامت کرتی ہے۔ اور بتاتی ہے کہ ان بداعمالیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ انعام دیا۔

''تم جان لو کہ خداوند تمہارا خدا تمہاری صداقت کے سبب سے یہ اچھا ملک تمہیں قبضہ کرنے کے لئے نہیں دے رہا ہے' کیونکہ تم ایک سرکش قوم ہو'' (استثنا ۹ : ۶)

کتاب استثناء چند اسرائیلی افراد نے لکھی ہے اور اسے اس دعویٰ کے ساتھ پیش کیا ہے کہ یہ تورات کا ایک گمشدہ باب ہے۔ لیکن در حقیقت یہ گمشدہ باب نہیں بلکہ تحریف شدہ تورات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تقویٰ اور نیک کرداری کو اس سرزمین کی ملکیت کے لئے لازم اور ناگزیر شرط قرار نہیں دیتی۔ قرآن مجید نے بالخصوص اس نکتے کو تورات کی اصل تحریر میں تحریف قرار دیا

ہے۔

﴿ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ○ ﴾ (الانبیاء۲۱ : ۱۰۵)

"اور ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد یہ لکھ دیا ہے کہ اس سرزمین پر میرے نیک بندے مالک ہوں گے"۔

بالفاظ دیگر قرآن مجید زبور کے ان الفاظ کی تصدیق کرتا ہے کہ اس متبرک سرزمین کی ملکیت کے لئے نیک کرداری ایک ناگزیر شرط ہے۔ اور یہ بات مندرجہ بالا استثناء۹ : ۶ کو باطل قرار دیتی ہے۔ کیونکہ تورات کے یہ الفاظ یقیناً اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہیں بلکہ کسی انسان نے خود تحریر کر کے لوگوں میں مشہور کر دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس کے برعکس زبور نے قرآن مجید کی تصدیق کی ہے :

"وہ کون ہے جو خداوند سے ڈرتا ہے۔ خداوند اس کو اسی راہ کی تعلیم دے گا جو اسے پسند ہے۔ اس کی جان راحت میں رہے گی۔ اور اس کی نسل زمین کی وارث ہو گی۔ خداوند کے راز کو وہی جانتے ہیں جو اس سے ڈرتے ہیں۔ اور وہ اپنا عہد ان کو بتائے گا"۔ (زبور ۲۵ : ۱۲۔۱۴)

"لیکن حلیم ملک کے وارث ہوں گے' اور سلامتی کی فراوانی سے شادماں رہیں گے"۔ (زبور ۳۷ : ۱۱)

صادق زمین کے وارث ہونگے۔ اور اس میں ہمیشہ بسے رہیں گے۔ (زبور ۳۷ : ۲۹)

اور اسی بات کی تصدیق عیسیٰ علیہ السلام نے کی :

مبارک ہیں وہ جو حلیم ہیں' کیونکہ وہ زمین کے وارث ہوں گے۔ (انجیل متی ۵ : ۵)

ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے میں پوری طرح حق بجانب ہوں گے کہ بنی نوع انسان میں سے فلسطین کی سرزمین صرف ان کو دی گئی ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے دین کے مطابق عمل کرتے رہیں گے۔ ہم یہ نتیجہ بھی اخذ کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ یہ لازم ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا دین اس متبرک سرزمین میں قائم کیا جائے اور قائم رکھا جائے تاکہ بنی نوع انسان کے لئے نمونہ بنے۔ چنانچہ چالیس برس کی صحرانوردی کے بعد بنی اسرائیل کا اس سرزمین میں داخلہ صرف اس مقصد کے لئے تھا کہ وہ وہاں ابراہیم علیہ السلام کا دین قائم کریں اور اس وجہ سے ہرگز نہیں تھا کہ وہ ابراہیم کی نسل سے ہیں۔ بنی اسرائیل کا اس زمین پر حق ملکیت ابراہیم علیہ السلام دین کے مطابق زندگی گزارنے کے ساتھ مشروط تھا۔

قرآن مجید میں یہ بیان بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے خاندان کے ایک حصہ یعنی اپنی بیوی ہاجرہ سلام علیہا اور بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو عرب میں اللہ کے گھر کے پاس آباد کیا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں آدم علیہ السلام نے عبادت کی تھی' یعنی مکّہ مکرمہ میں جہاں دُنیا کی سب سے پہلی مسجد بنائی گئی تھی۔ قرآن بتاتا ہے کہ ابراہیمؑ اور اسمٰعیل علیہما السلام نے بالآخر وہ مسجد دوبارہ تعمیر کی۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کی نسل کے ایک حصے یعنی بنی اسمٰعیل کے ذمے ابراہیم علیہ السلام کے دین کو عرب میں قائم کرنا تھا' جب کہ ان کی نسل کا دوسرا حصہ یعنی بنی اسرائیل فلسطین کی متبرک سرزمین میں جہاں سلیمان علیہ السلام نے ہیکل تعمیر کیا تھا' اس دین کو قائم کرنے کا ذمہ دار تھا۔ چونکہ اسمٰعیل علیہ السلام بھی ابراہیم علیہ السلام کے دین کے مطابق زندگی گزار رہے تھے۔ لہٰذا ان کا اور ان کی اولاد یعنی بنی اسمٰعیل کا بھی اس متبرک سر زمین پر حق تھا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ .... اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ○ ﴾ (الانبیاء۲۱ : ۷۱)

"...اس زمین کی طرف جو ہم نے تمام بنی نوع انسان کے لئے متبرک بنائی"۔

تاہم حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت حالات یکسر تبدیل ہو چکے تھے۔ بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ سے اپنے میثاق کی خلاف ورزی کر کے ابراہیم علیہ السلام کے دین سے اس حد تک بے وفائی کا رویہ اختیار کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فلسطین میں واقع ہیکل کو دو دفعہ تباہ کرایا اور دونوں دفعہ بنی اسرائیل کو وہاں سے ملک بدر ہونا پڑا۔ (سورہ بنی اسرائیل ۱۷ : ۱۔۸) اس مسجد کی دوسری تباہی کے بعد اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ اب بنی اسرائیل کی آئندہ واپسی اور انکی ریاست کی تجدید منع فرمادی گئی ہے۔

﴿ وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ○ حَتّٰى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ○ ﴾

(الانبیاء۲۱ : ۹۵۔۹۶)

"اور مقرر ہو چکا ہے ہر بستی (یعنی یروشلم) پر جس کو ہم نے غارت کر دیا اور وہاں کے رہنے والوں کو نکال دیا) کہ وہ پھر کر نہیں آئیں گے (یعنی انکی حکومت قائم نہیں ہو گی) یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کھول دیے جائیں گے اور وہ ہر اونچان سے پھسلتے چلے آئیں گے۔ (یعنی جب وہ دُنیا کا نظام سنبھال لیں گے)"۔

محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت ہیکل سلیمانی ۶۰۰ سال سے ویران پڑا تھا۔ قرآن فرماتا ہے کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ماننے والے اب بنی اسرائیل کے مقابلے میں دین ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔ (آل عمران ۳ : ۶۸) محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر کی حیثیت سے

بعثت نے ایک نئی اُمت مسلمہ پیدا کردی ہے اور اب بنی اسرائیل کی جگہ یہ اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے لوگ ہیں :

﴿ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۥ ... ﴾

(الحج ۲۲ : ۷۸)

"اور محنت کرو اللہ کے واسطے جیسا کہ چاہیئے اس کے لئے محنت۔ اس نے تم کو پسند کرلیا اور تم پر دین میں کوئی مشکل نہیں رکھی (جیسا کہ بنی اسرائیل پر تھی) یہ دین تمہارے باپ ابراہیمؑ کا ہے۔ اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا..."

چنانچہ اب مسلمان اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے بنے' جو ابراہیم علیہ السلام کے دین کو قائم کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ انہوں نے فلسطین کی متبرک سرزمین فتح کی' وہاں دوبارہ مسجد تعمیر کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیح دین کو قائم کیا۔ یہ مسجد اب ۱۴۰۰ سال سے موجود ہے' جسے اللہ تعالیٰ نے تباہ نہیں کیا۔ اگرچہ یہودیوں نے دوبارہ فلسطین کی متبرک سرزمین پر اپنا کنٹرول قائم کرلیا ہے' جیسے کہ قرآن مجید کی پیش گوئی تھی' لیکن یہ کنٹرول اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف ہے۔

اسرائیلی ریاست کا قیام تب ہی ممکن ہوا جب اللہ تعالیٰ نے وہ رکاوٹ یا دیوار اٹھا دی جو ذوالقرنین نے یاجوج و ماجوج نامی شیطانی قوتوں کو محصور کرنے کے لئے بنائی تھی۔ یاجوج و ماجوج کی تہذیب جو آج دنیا پر چھا گئی ہے یہی لادینی مغربی تہذیب ہے۔ دو عالمی جنگوں میں مشرقی اور مغربی یورپ کی طاقتیں باہم مقابلے پر آچکی ہیں۔ اگر مسیح الدجال کی مدد لادینی یورپی تہذیب کے لئے یاجوج و ماجوج کو پیدا نہ کرتی تو یہودی کبھی اسرائیلی ریاست بنانے میں کامیاب نہ ہوتے۔[۲]

یہودی ریاست قریباً مکمل طور پر قائم ہو چکی ہے۔ اب صرف ان کے ہیکل کی تعمیر باقی ہے۔ تاہم یہودی ابھی تک اس کی تعمیر میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ آخر کیوں؟

اللہ تعالیٰ نے "چنے ہوئے لوگ" "چنی ہوئی قوم" اور "ابراہیم علیہ السلام کی نسل" جیسی اصطلاحات کے ساتھ وابستہ تمام غلط فہمیوں کا خاتمہ کردیا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام بغیر کوئی نسل چھوڑے آسمان پر اُٹھا لئے گئے۔ زکریا علیہ السلام کے ایک بیٹے یحییٰ علیہ السلام تھے جو بغیر کوئی نسل چھوڑے قتل کر دیئے گئے تھے۔ اس طرح اسحاق علیہ السلام کی نسل میں پیغمبروں کے سلسلہ کا خاتمہ ہو گیا۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد کو زندہ نہیں رکھا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل میں بھی پیغمبروں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ درحقیقت بنی اسمٰعیل میں صرف محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پیغمبر ہوئے۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے پیغمبروں کا جو سلسلہ قائم ہوا تھا وہ اپنی تکمیل

کو پہنچ گیا۔ محمد ﷺ کے بعد اب کوئی پیغمبر نہیں ہو گا۔ اب اس سلسلہ کی جگہ محمد رسول اللہ ﷺ کو ماننے والی اُمت کو مبعوث کر دیا گیا ہے۔ اب یہ "چنی ہوئی اُمت" ہے' اس لئے نہیں کہ یہ ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں سے ہے بلکہ اس لئے کہ یہ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر عمل پیرا ہے۔ اب یہ چنی ہوئی اُمت ہے جسے فلسطین کی متبرک سرزمین اور سلیمان علیہ السلام کی مسجد پر کنٹرول حاصل ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اب دُنیا میں ابراہیم علیہ السلام کا دین صرف اسلام کی شکل میں باقی ہے۔ بدقسمتی سے یہ اُمت اس وقت غفلت میں ہے۔ اگر یہودیوں نے کبھی ہیکل بنانے کی کوشش کی تو انہیں مسجد اقصیٰ کو گرانا پڑے گا۔ لیکن اگر انہوں نے مسجد اقصیٰ کو گرایا تو ان کے تمام منصوبے ناکام ہو جائیں گے۔ کیونکہ اس طرح وہ عالم اسلام کو اس غفلت سے جگانے کا سبب بن جائیں گے۔ یقیناً اس واقعہ سے عالم اسلام اس غفلت سے اپنی تمام تر قوت اور غیظ و غضب کے ساتھ جاگ اٹھے گا۔ یہودیوں کو اس خطرناک کام کی ہمت نہیں کرنی چاہیئے' لیکن وہ بعینہٖ اسی طرح کریں گے۔ اور جب یہ کام ہو جائے گا تو اسلام اپنی پوری طاقت سے دُنیا میں اُبھرے گا۔ یقیناً اسلامی افواج ایک امام [۳] کی قیادت میں' جو جلد ہی ظاہر ہو گا' اسرائیلی ریاست کو تہس نہس کر دیں گی۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی پیشین گوئی ہے۔

حواشی

۱) اس آیت کا حوالہ اس تار میں دیا گیا ہے جو اسرائیلی وزیر اعظم بیگن نے مصری صدر انوار السادات کو اسرائیل' مصر امن معاہدے پر دستخط کے موقع پر بھیجا تھا۔ یہ امر معنی خیز ہے کہ جامعہ الازہر نے اس تار پر تبصرے سے گریز کیا۔

۲) اس موضوع پر مصنف کی کتاب "سورۃ الکھف اور دورِ جدید" عنقریب شائع ہو گی' ان شاء اللہ۔

۳) "امام" سے مراد امام مہدی ہیں۔

عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ :

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ

"تم میں بہترین وہ ہے جس نے خود قرآن سیکھا اور اسے دوسروں کو سکھایا"

امام ابو محمدؒ بغوی رحمۃ اللہ علیہ

عبدالرشید عراقی

ائمہ حدیث میں امام ابو محمدؒ حسین بن مسعود بغوی رحمۃ اللہ علیہ ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ حدیث کی نشرواشاعت اور اس کی ترقی و ترویج میں جو گرانقدر خدمات انجام دیں اس پر ان کو علمائے حق نے محی السُنّۃ کا لقب عطا کیا۔ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ علومِ اسلامیہ میں یگانہ روزگار تھے۔ خاص طور پر اسلام کے تین بنیادی ارکان یعنی تفسیر' حدیث اور فقہ میں ان کو امامت کا درجہ حاصل تھا۔ علمائے فن' اہل سیر اور تذکرہ نگاروں نے ان علوم میں ان کے یگانۂ عالم اور صاحب کمال ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ علامہ ابنِ سبکی نے ان کو قرآن و سُنّت اور فقہ میں یکتائے زمانہ بتایا ہے۔[۱] حافظ ابنِ کثیر فرماتے ہیں کہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ ان تینوں علوم میں فاضل اور یگانہ تھے۔[۲] حضرت شاہ عبدالعزیزؒ دہلوی فرماتے ہیں :

> "امام بغویؒ کی ساری زندگی قرآن و حدیث اور فقہ پڑھنے اور پڑھانے میں بسر ہوئی اور وہ ان تینوں علوم میں صاحب کمال تھے اور ان علوم سے متعلق ہی ان کی تصنیفات ہیں"۔[۳]

حافظ ذہبی نے ان کو حافظ' مجتہد اور محی السُنّۃ لکھا ہے۔[۴] علامہ ابنِ خلکان نے ان کو علوم اسلامیہ کا سمندر بتایا ہے[۵] اور علامہ یافعی اور ابنِ عماد نے ان کو امام اور عالمِ خراسان کا لقب عطا کیا ہے۔[۶]

ولادت : امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ ۴۳۶ھ میں قصبہ بغ میں پیدا ہوئے۔ یہ قصبہ ہرات اور مرو کے درمیان خراسان کا ایک مقام تھا' اب یہ شہر صفحۂ ہستی سے مٹ چکا ہے۔ یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ ۶۱۶ھ میں یہ شہر ختم ہوا۔[۷]

اساتذہ و تلامذہ : امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے جن اساتذہ سے اکتسابِ فیض کیا اور جن حضرات نے ان سے استفادہ کیا یعنی ان کے اساتذہ و تلامذہ کی فہرست حافظ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ اور علامہ ابنِ سبکیؒ نے طبقات الشافعیہ میں درج کی ہے۔[۸]

درس و تدریس : امام بغویؒ کی ساری زندگی درس و تدریس اور علم و فن میں بسر ہوئی۔ وہ تمام زندگی شب و روز تفسیر' حدیث اور فقہ کے علوم پڑھاتے رہے۔ چنانچہ ان کی تصنیفات بھی ان تینوں علوم سے ہی متعلق ہیں۔ (۹)

علم و فضل : امام بغویؒ کا حدیث میں درجہ مسلم ہے۔ علمائے فن اور اہل سیر نے ان کے اس فن میں صاحب کمال ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ حافظ ذہبی' علامہ ابنِ خلکان اور حافظ ابنِ سبکی نے ان کو الحافظ الکبیر اور مُحی السُّنۃ کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ (۱۰)

کلامِ رسولؐ کی طرح کلامِ الٰہی سے بھی ان کو خاص شغف تھا اور اس فن (تفسیر) میں بھی یکتائے زمانہ تھے۔ علمائے فن اور تذکرہ نگاروں نے علم تفسیر میں ان کے صاحب کمال ہونے کی تصریح کی ہے۔ علامہ ابنِ سبکی نے ان کو علم تفسیر میں عالی و بلند مرتبہ لکھا ہے۔ (۱۱) حضرت شاہ عبد العزیزؒ نے ان کو عدیم النظیر مفسر کہا ہے۔ (۱۲) ابنِ ہبۃ اللہ نے لکھا ہے

"امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کلام اللہ کے سلسلہ میں قراءت و تجوید کے فن کے ماہر تھے اور انہوں نے اپنی تفسیر (معالم التنزیل) میں قراءت کے متعلق مفید بحثیں کی ہیں"۔ (۱۳)

امام بغویؒ فقہ میں بھی یکتا اور مرتبہ اجتہاد پر فائز تھے اور اس فن میں ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ نیز اس میں ان کی معلومات کا دائرہَ نقل و تحقیق ہر اعتبار سے وسیع تھا۔ ائمہِ فن نے ان کو اس فن میں امام تسلیم کیا ہے۔ (۱۴) حافظ ذہبی نے ان کو المجتہد لکھا ہے۔ (۱۵)

فقہی مذہب : امام بغویؒ مجتہدانہ اوصاف کے باوجود امام محمدؒ بن ادریس شافعیؒ کے مذہب سے وابستہ تھے اور ان کا شمار اکابر شوافع میں ہوتا ہے۔ (۱۶)

اخلاق و عادات : امام بغویؒ عملی اور دینی حیثیت سے ممتاز و بلند مرتبہ تھے۔ عبادت و ریاضت میں بے مثال تھے۔ قائم اللیل و صائم النہار تھے۔ زہد و ورع' تقویٰ و طہارت اور امانت و دیانت میں امتیازی حیثیت کے حامل تھے۔ اصلاح و تقویٰ میں بھی صاحب کمال تھے۔ حافظ ابن سبکی فرماتے ہیں کہ بغویؒ علم و عمل کے جامع' متبع سلف اور دینی لحاظ سے عالی مقام تھے۔ (۱۷) ان کی زندگی تکلف و آرائش سے خالی اور نہایت سادہ تھی۔ سادگی اور قناعت ان کی زندگی کا ماٹو تھا۔ بہت نفاست پسند تھے اور پوری زندگی وضو کے بغیر درسِ قرآن و حدیث نہیں دیا۔ (۱۸)

وفات : امام بغویؒ کے سن وفات میں اختلاف ہے۔ اہل سیر نے ان کا سن وفات ۵۱۰ھ '۵۱۶ھ اور ۵۱۹ھ لکھا ہے۔ (۱۹)

تصانیف

امام بغویؒ نامور اور بے مثال مصنف تھے۔ ان کی تصنیفات تفسیر' قراءت' حدیث اور فقہ سے متعلق ہیں۔ علمائے فن نے ان کی تصانیف کی تعریف کی ہے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ امام بغویؒ کی تصانیف کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ (۲۰) مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے ان کی ۱۴ کتابوں کے نام بتائے ہیں۔ (۲۱) یہاں آپؒ کی ۵ کتابوں کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

☆ **معالم التنزیل** : یہ تفسیر قرآن بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین اور ائمہ متقدمین کے اقوال و آثار جمع کئے گئے ہیں۔ اس لئے اس کی حیثیت ماثور تفسیروں کی ہے۔ امام بغویؒ نے اس تفسیر میں ایک جامع علمی اور تحقیقی مقدمہ بھی لکھا ہے جس میں قرآن مجید کی اہمیت' اس کے نزول کی تاریخ و مقصد' اس کی تفسیر و تاویل کی ضرورت اور ائمہ سلف کی تفسیری خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس تفسیر میں امام بغویؒ نے اسباب نزول کی تعیین' ناسخ و منسوخ کی تصریح اور فقہاء کے احکامِ شرعی کے استنباطات کا ذکر بھی کیا ہے۔ نحوی اور صرفی اشکالات بھی حل کرنے پر توجہ کی ہے۔ نیز ان مباحث کی توضیح میں احادیثِ نبویؐ' آثارِ صحابہؓ اور اقوالِ تابعین سے مدد لی گئی ہے۔

امام علاؤ الدین علی بن محمدؒ بغدادی' جو خازن کے نام سے مشہور ہیں' نے اس تفسیر کی تلخیص کی ہے' جو "تفسیر خازن" کے نام سے معروف ہے۔ امام خازن اس تفسیر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ :

> "تفسیر بغویؒ نہایت عمدہ خصوصیات کی حامل ہے۔ یہ تفسیر صحیح اقوال کا مجموعہ اور شکوک و تصحیف سے پاک ہے اور احادیث و آثار سے مزین اور عجیب واقعات پر مشتمل ہے۔ اس لئے میں نے اس کی تلخیص کی ہے اور دوسری تفسیروں کی مدد سے اس میں اضافے بھی کئے ہیں۔ غریب احادیث کی شرح کر دی ہے۔ اسناد اور بعض زوائد کو حذف کر دیا ہے"۔ (۲۲)

تفسیر معالم التنزیل ہندوستان اور مصر سے شائع ہو چکی ہے۔ مصر سے تفسیر خازن کے حاشیہ پر ۱۳۳۱ھ میں ۷ جلدوں میں شائع ہوئی۔

☆ مصابیح السُّنۃ : یہ حدیث کی بڑی اہم اور مشہور کتاب ہے، جو بڑی معتبر اور مستند خیال کی جاتی ہے۔ اس کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ امام ولی الدین خطیب تبریزی کی مشہور و متداول کتاب مشکوٰۃ المصابیح اس کا تکملہ و تتمہ ہے۔ اس کتاب کا دوسرا نام کتاب المصابیح بھی ہے۔ بعض علمائے فن نے تصریح کی ہے کہ کتاب المصابیح کا نام مصنف کا رکھا ہوا نہیں ہے بلکہ ان کے دیباچہ کی اس عبارت سے ماخوذ ہے :

ان احادیث هذا الكتاب مصابيح (۲۳)

"اس کتاب کی حدیثیں چراغ ہیں"۔

مصابیح السنۃ کی تقسیم و ترتیب اس طرح ہے کہ ہر باب کی حدیثیں دو فصلوں میں صحاح و حسان کے تحت درج کی گئی ہیں۔ صحاح کے تحت صحیح بخاری، صحیح مسلم اور حسان کے تحت سنن ابو داوٗد، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابنِ ماجہ اور سنن دارمی وغیرہ کی احادیث درج کی گئی ہیں۔ حضرت شاہ عبد العزیز دہلویؒ لکھتے ہیں کہ

> "یہ عجیب اتفاق ہے کہ مصابیح السُّنۃ نیت والی حدیث سے شروع ہوتی ہے اور نیت ہی ہر کام کا سرا ہوتا ہے اور اس کا خاتمہ آخرت کے لفظ پر ہوا ہے جو کتاب کے حسن خاتمہ کی خبر دیتا ہے"۔ (۲۴)

مصابیح السنۃ مطبوع ہے۔ ۱۳۹۹ھ میں مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل نے چار جلدوں میں شائع کی ہے۔

☆ شرح السُّنۃ : اس کتاب کا شمار امام بغویؒ کی مشہور اور اہم تصانیف میں ہوتا ہے۔ اس میں مشکلات و غرائب حدیث اور فقہی مسائل کا ذکر کیا گیا ہے۔ حاجی خلیفہ صاحب کشف الظنون نے امام بغویؒ سے یہ نقل کیا ہے کہ

> "شرح السنۃ اخبار و روایات کے گوناگوں علوم و فوائد پر مشتمل ہے۔ اس میں حدیثوں کے مشکلات کو حل کیا گیا ہے اور غریب کی تفسیر کی گئی ہے۔ نیز ان سے مستنبط ہونے والے فقہی احکام اور ان کے سلسلہ میں علماء و فقہاء کے اختلافات

بیان کئے گئے ہیں۔ یہ شرح احکام کے سلسلہ میں مرجع اور ایسی اہم باتوں اور ضروری نکات پر مشتمل ہے جن سے واقفیت نہایت ضروری ہے۔ میں نے اس میں وہی باتیں لکھی ہیں جن پر ماہرین فن ائمہ سلف کا اعتماد ہے اور ان چیزوں کو چھوڑ دیا ہے جن کو ان بزرگوں نے چھوڑ دیا ہے۔ (۲۵)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ :

"امام نووی، محی السنۃ بغویؒ اور ابو سلیمان خطابیؒ شرح حدیث کے سلسلہ میں تمام شوافع میں زیادہ قابل اعتماد ہیں۔ ان لوگوں کے قول محکم اور بحثیں پُر مغز ہوتی ہیں۔ خصوصاً شرح السنۃ بغویؒ فقہ، حدیث اور توجیہ مشکلات میں نہایت کافی و شافی ہے۔ گویا کہ مصابیح اور مشکوٰۃ کی شرح اسی سے ہو جاتی ہے"۔ (۲۶)

☆ <u>شرح جامع ترمذی</u> : اس شرح کا ذکر علامہ سید سلیمان ندوی نے اپنے مضمون "حجاز کے کتب خانے" میں کیا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ اس کے جزوِ ثانی کا نسخہ مدینہ کے ایک کتب خانہ محمودیہ میں ہے۔ (۲۷)

☆ <u>التہذیب فی الفقہ</u> : اس کتاب میں امام شافعیؒ کے مذہب کے فقہی فروع و جزئیات کی تہذیب کی گئی ہے۔ علامہ حسین محمدّ بن مروزی نے لباب التہذیب کے نام سے اس کی تلخیص کی ہے اور علامہ شہاب احمد بن منیر اسکندری نے دس جلدوں میں اس کا اختصار لکھا ہے۔ (۲۸)

حواشی :

(۱) ابنِ سبکی 'طبقات الشافعیہ' ج ۴' ص ۲۱۴ (۲) ابنِ کثیر 'البدایہ والنہایہ' ج ۱۱' ص ۱۹۳

(۳) شاہ عبدالعزیز دہلوی 'بستان المحدثین' ص ۵۳ (۴) ذہبی 'تذکرۃ الحفاظ' ج ۴' ص ۵۴

(۵) ابنِ خلکان 'تاریخ ابنِ خلکان' ج ۱' ص ۲۵۹

(۶) یافعی 'مراٰۃ الجنان' ج ۳' ص ۲۱۳۔ ابنِ عماد 'شذرات الذہب' ج ۴' ص ۴۹

(۷) یاقوت حموی 'معجم البلدان' ج ۲' ص ۲۴۵

(۸) ذہبی 'تذکرۃ الحفاظ' ج ۴' ص ۵۴۔ ابنِ سبکی 'طبقات الشافعیہ' ج ۴' ص ۲۱۴

(۹) ابن خلکان 'تاریخ ابنِ خلکان' ج ۱' ص ۲۵۹۔ شاہ عبدالعزیز 'بستان المحدثین' ص ۵۲

(۱۰) ذہبی 'تذکرۃ الحفاظ' ج ۴' ص ۵۴۔ ابنِ خلکان 'تاریخ ابنِ خلکان' ج ۱' ص ۲۵۹۔ ابنِ سبکی 'طبقات الشافعیہ' ج ۴' ص ۵۹۔

(۱۱) ذہبی 'تذکرۃ الحفاظ' ج ۴ 'ص ۵۴۔ ابنِ خلکان 'تاریخ ابنِ خلکان' ج ا 'ص ۲۵۹۔ ابنِ سبکی 'طبقات الشافعیہ' ج ۴ 'ص ۵۹۔

(۱۲) شاہ عبدالعزیز 'بستان المحدثین' ص ۵۲ (۱۳) ابن ہبۃ اللہ 'طبقات الشافعیہ' ص ۴۷

(۱۴) ابن خلکان 'تاریخ ابنِ خلکان' ج ا 'ص ۲۵۹۔ ابنِ سبکی 'طبقات الشافعیہ' ج ۴ 'ص ۲۱۴

(۱۵) ذہبی 'تذکرۃ الحفاظ' ج ۴ 'ص ۵۴ (۱۶) ابن سبکی 'طبقات الشافعیہ' ج ۴ 'ص ۲۱۵

(۱۷) ابنِ سبکی 'طبقات الشافعیہ ج ۴ 'ص ۱۵ (۱۸) ابنِ خلکان 'تاریخ ابنِ خلکان' ج ا 'ص ۲۵۹

(۱۹) ابنِ کثیر 'البدایہ والنہایہ' ج ۱۱ 'ص ۱۹۳۔ ابنِ خلکان 'تاریخ ابنِ خلکان' ج ا 'ص ۲۶۰۔ شاہ عبدالعزیز 'بستان المحدثین' ص ۵۳ (۲۰) ذہبی 'تذکرۃ الحفاظ' ج ۴ 'ص ۵۴

(۲۱) ضیاء الدین اصلاحی 'تذکرۃ المحدثین' ج ۲ 'ص ۳۴۴ تا ۳۵۴

(۲۲) علاؤالدین خازن 'مقدمہ تفسیر خازن' ج ا 'ص ۳

(۲۳) حاجی خلیفہ 'کشف الظنون' ج ۲ 'ص ۴۴۲ (۲۴) شاہ عبدالعزیز 'بستان المحدثین' ص ۱۳۲

(۲۵) حاجی خلیفہ 'کشف الظنون' ج ۲ 'ص ۵۶

(۲۶) شاہ عبدالعزیز 'عجالہ نافعہ معہ فوائد جامعہ' ص ۱۷

(۲۷) سید سلیمان ندوی 'مقالات سلیمان' ج ۲ 'ص ۳۰۷

(۲۸) حاجی خلیفہ 'کشف الظنون' ج ا 'ص ۳۵۲

کون مسلمان ہے جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ نہ ہو!
لیکن آپؐ اور آپؐ کے لائے ہوئے دین سے سچی محبت کے تقاضے کیا ہیں،
ہم میں اکثر لوگ اس سے بے خبر ہیں!

اس موضوع پر **ڈاکٹر اسرار احمد** کی نہایت جامع تالیف

حُبِّ رسُولؐ اور اُس کے تقاضے

خود بھی مطالعہ کیجئے اور دوسروں تک بھی پہنچائیے!

صفحات ۳۲ • قیمت /۶ روپے

شائع کردہ

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن، لاہور

تحریک رجوع الی القرآن کا ایک اہم سنگ میل :

دورۂ ترجمۂ قرآن

۱۹۸۴ء سے ۱۹۹۹ء تک کے تدریجی سفر کا ایک جائزہ

مرتب : فرقان دانش خان

قرآن حکیم سے تجدید تعلق کی ہمہ گیر تحریک

۱۹۶۵ء میں جب محترم ڈاکٹر اسرار احمد غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد اور تعلّم و تعلیم قرآن کی منظم منصوبہ بندی کے ساتھ مستقل طور پر لاہور منتقل ہوئے تو تحریک دعوت رجوع الی القرآن کی بنیاد اسی وقت پڑ گئی تھی۔ اگرچہ اس وقت آپ نے تن تنہا لاہور کی مختلف مساجد میں درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا تھا لیکن آپ اپنی ذات میں خود ایک انجمن تھے۔ اللہ نے آپ کو جذب اندروں بھی عطا کیا تھا اور تاثیر بھی۔ یہ وہ وقت تھا جب مساجد میں دعوت و تبلیغ' خطبہ و وعظ' غرضیکہ سب کچھ ہوتا تھا' مگر درس قرآن نہیں ہوتا تھا۔ لوگ قرآن کو اجنبی اور غیر متعلق کتاب سمجھتے تھے۔ ان ناموافق حالات کے باوجود محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے ہمت نہ ہاری اور لاہور کی مختلف آبادیوں میں درس قرآن کے متعدد حلقے قائم کر لئے۔ ان کی یہی پکار تھی کہ قرآن مجید کو تہہ دل سے اللہ کی کتاب مانا جائے' اسے پڑھا جائے' اسے سمجھا جائے' اس پر عمل کیا جائے اور اسے دوسروں تک پہنچایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی اس کاوش کو شرف قبولیت عطا کیا اور جسمانی امراض کے ڈاکٹر کو انسانوں کے روحانی معالج کے طور پر منتخب کر لیا۔ چنانچہ محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے ایک بیٹھک سے شروع ہونے والے درس قرآن نے مسجد خضراء سمن آباد' مسجد شہداء ریگل چوک اور جامع مسجد دار السلام باغ جناح میں گویا شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کی خواہش کی تکمیل کے طور پر حقیقتاً عوامی درس قرآن کی شکل اختیار کر لی۔

دروسِ قرآن کا یہ سلسلہ چھ برس اس شان سے جاری رہا کہ کوئی ادارہ موجود تھا نہ انجمن' یہ سب کام انفرادی سطح پر ہو رہا تھا۔ آہستہ آہستہ ڈاکٹر صاحب کو ہم خیال افراد ملتے گئے' جنہوں نے ایک قافلے کی صورت اختیار کی تو ۱۹۷۲ء میں مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور وجود میں آ گئی۔ یہ قافلہ اور آگے بڑھا تو ڈاکٹر صاحب نے قرآنی معاشرے کی تشکیل اور فریضۂ اقامت دین کی ادائیگی کے لئے ۱۹۷۵ء میں تنظیم اسلامی کے نام سے ایک جماعت کی بنیاد رکھی۔ بعد ازاں آپ نے انجمن خدام القرآن کے صدرِ مؤسس

کی حیثیت سے ۱۹۷۶ء میں قرآن اکیڈمی کی داغ بیل ڈالی اور ۱۹۸۷ء میں قرآن کالج قائم کیا۔ یہ سفر جاری رہا اور رجوع الی القرآن اور تعلیم و تعلّم قرآن کی اس تحریک کا حلقہ اندرون ملک پھیلتے پھیلتے بیرونی دنیا میں بھی وسیع ہو گیا۔ پھر وہ وقت آیا کہ اللہ کی رحمت سے امت کا ایک قابل ذکر طبقہ قرآن کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کہیں قرآن کانفرنسیں منعقد ہونے لگیں۔ کہیں فہم قرآن کے حلقے قائم ہونے لگے۔ آج اگر کہیں قرآن کے نام سے کوئی محفل یا ادارہ قائم ہوتا نظر آتا ہے یا کہیں درس قرآن کا غلغلہ ہے تو اکثر و بیشتر وہ ڈاکٹر اسرار احمد کی تحریک دعوت رجوع الی القرآن کے شجر ہی کا کوئی ثمر یا برگ و بار ہے۔

اسی تحریک کے زیر اثر ڈاکٹر اسرار احمد نے ۱۹۸۴ء میں جامع القرآن 'قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں نماز تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمہ قرآن کے نام سے قرآن کو سمجھانے کے پروگرام کا آغاز اس طور سے کیا کہ ہر چار رکعت نماز تراویح سے قبل اس میں سنائی جانے والی آیاتِ قرآنی کا ترجمہ اور مختصر تشریح بیان کر دی جاتی کہ پھر نماز تراویح میں سامعین جب ان آیات قرآنی کو سنتے تو ان کا مفہوم بہت حد تک ذہن میں مستحضر ہوتا۔ زمانہ قریب کی معلوم و مشہور تاریخ میں ایسا پروگرام پہلی بار ہوا تھا۔ اُن دنوں چونکہ شدید گرمیوں کا زمانہ تھا اور راتیں مختصر تھیں' پروگرام رات کے دو' اڑھائی بجے ختم ہوتا تھا کہ سامعین کے لئے اپنے گھروں تک پہنچ کر سحری کرنے کے لئے وقت بمشکل بچتا تھا لہٰذا شروع شروع میں یہ کام ناممکل العمل نظر آتا تھا۔ لیکن جلد ہی یہ سلسلہ اندرون ملک کے ساتھ ساتھ بیرون ملک بھی متعارف ہو گیا۔ اب صورت یہ ہے کہ محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے علاوہ ان کے بیسیوں شاگردان رشید ہر سال نہ صرف ملک کے گوشے گوشے میں قرآنی علوم و معارف کی ان انوار و برکات بھری محفلوں کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں بلکہ بیرونی دنیا میں بھی ان پروگراموں کو پذیرائی حاصل ہو رہی ہے۔

دورۂ ترجمۂ قرآن کی حکمت

انسانی وجود روح اور جسد خاکی کا مرکب ہے۔ ان دونوں کے تقاضے مختلف ہی نہیں متضاد بھی ہیں۔ اگر جسد انسانی کی رُوحِ انسانی پر سے گرفت ڈھیلی کر دی جائے تو رُوح کو آسودگی اور سیرابی کا موقع میسر آتا ہے۔ جبکہ روح کی بھوک کی سیری اور پیاس کی آسودگی کا موثر ترین ذریعہ قرآن ہے۔ کیونکہ رُوحِ انسانی اور کلامِ ربانی کا اپنی اصل کے اعتبار سے آپس میں گہرا قرب و تعلق ہے۔ ایک بزرگ کے بقول "یہ دونوں ایک ہی گاؤں کے رہنے والے ہیں"۔ یہی وجہ ہے کہ رمضان المبارک میں اہل ایمان کو دو گونہ پروگرام عطا کیا گیا ہے۔ یعنی دن کا "روزہ" اور رات میں دورانِ قیام "قرآن کا پڑھنا یا سننا"۔ کیونکہ روزہ جسد انسانی کے ضعف و اضمحلال کا سبب بنتا ہے۔ ایسے میں کلام ربانی کا سمجھ کر پڑھا جانا روح انسانی کے لئے بیش بہا خیر و برکت کا باعث بنتا ہے۔ اور فیوض و برکات کی یہ بارش کشت قلوب کی آبیاری کا

بہترین ذریعہ ثابت ہو سکتی ہے۔ لیکن افسوسناک امر یہ ہے کہ نماز تراویح میں ہمارے ہاں حفاظ کرام (الا ماشاء اللہ) خود بھی ان آیات کا مطلب نہیں سمجھتے' بے چارے نمازیوں کا تو کہنا ہی کیا۔ للذا نماز تراویح کا مقصد بھی تلاوت قرآن کی طرح صرف ثواب کا حصول رہ گیا ہے۔ جبکہ ضرورت اس امر کی تھی کہ تراویح کے ذریعے روح کی تقویت کا سامان کیا جائے' قرآنی احکامات کو سمجھا جائے تاکہ ان پر عمل کے ذریعے اخروی نجات ممکن ہو سکے۔ انہی مقاصد کے حصول کے لئے محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے نماز تراویح میں دورۂ ترجمہ قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔

دورۂ ترجمۂ قرآن کا طریقہ کار

نماز تراویح میں دورۂ ترجمہ قرآن کا طریقہ یہ ہے کہ نماز عشاء کے فرائض و سنن کی ادائیگی کے بعد ہر چار رکعت نماز تراویح میں پڑھی جانے والی آیات کا پہلے ترجمہ اور مختصر تشریح بیان کی جاتی ہے۔ شرکاء قرآن کھول کر ایک ایک لفظ کا مفہوم ذہن نشین کرتے جاتے ہیں' پھر نماز تراویح میں حافظ صاحب "وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا" کا حق ادا کرتے ہوئے ان آیات کی ٹھہر ٹھہر کر چار رکعات میں تلاوت کرتے ہیں۔ اس طرح مقتدیوں کو نماز تراویح کے دوران ان آیات کا مفہوم و مطلب سمجھ میں آنے کے باعث کسی درجے میں وہ کیفیت حاصل ہو جاتی ہے جسے اقبال نے یوں بیان کیا ہے کہ ؎

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشّاف

اگرچہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے رمضان میں رات کے قیام کو نفلی عبادت کا درجہ دیا ہے' لیکن احادیث مبارکہ میں ماہ رمضان میں رات کے قیام بالقرآن کے لئے جو تشویق و ترغیب ملتی ہے اس سے اس معاملے کی اہمیت کا کسی قدر اندازہ ہوتا ہے۔ یہ مشاہدے کی بات ہے کہ جو لوگ رمضان المبارک کے دوران دورۂ ترجمۂ قرآن کے اس پروگرام میں اول تا آخر شریک رہتے ہیں وہ ایک ماہ میں قرآن کے مطالب سے اس طور گزر جاتے ہیں کہ قرآن کریم کا انقلابی تاثر انہیں اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ جس کے نتیجے میں ان کی زندگیوں میں لازماً تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور وہ نہ صرف خود قرآن کے عامل بن جاتے ہیں۔ بلکہ قرآن کے داعی بن کر چہار دانگ عالم میں اس کی روشنی پھیلانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

ذیل میں دورۂ ترجمۃ القرآن کے آغاز سے اب تک اہم پروگراموں کی مختصر رُوداد پیش کی جا رہی ہے تاکہ تحریک دعوت رجوع الی القرآن کی تاریخ کا یہ اہم باب آئندہ قرآن کی خدمت کا جذبہ رکھنے والے رجالِ دین کی رہنمائی کا ذریعہ بن سکے۔

سلسلہ ہائے دورۂ ترجمۂ قرآن کا افتتاحی پروگرام (۱۹۸۴ء)

۱۹۸۴ء میں رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ جون کے مہینے میں سایہ فگن ہوا۔ اس سے پہلے چند

سالوں سے محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا یہ معمول تھا کہ نماز تراویح میں تلاوت کردہ حصے کے اہم مطالب و مفاہیم پر روشنی ڈالا کرتے تھے۔ اس طرح یہ پروگرام نصف شب سے پہلے ہی ختم ہو جایا کرتا تھا۔ لیکن ۱۹۸۴ء میں محترم ڈاکٹر صاحب کے دل میں اچانک یہ خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ اس رمضان المبارک میں ہر چار رکعتوں میں پڑھے جانے والے قرآن حکیم کا رواں ترجمہ اور مختصر تشریح ساتھ ساتھ بیان کی جائے۔ اس خیال کی وجہ وہ احادیث بنیں جن میں رمضان المبارک کے تزکیۂ نفس کے پروگرام کے دو حصے بتائے گئے ہیں۔ یعنی ایک دن کا روزہ اور دوسرے رات کا قیام اور اس میں قراءت و استماع قرآن۔ اگرچہ ان میں سے پہلی شق فرض کے درجے میں ہے اور دوسری بظاہر نفل کے' تاہم قرآن مجید اور احادیث مبارکہ اشارۃً یہ بات واضح ہے کہ قیام الیل رمضان المبارک کا جزو لاینفک ہے۔ چنانچہ رمضان المبارک کی پہلی شب چاند کی رویت کا تاخیر سے اعلان ہونے کے باعث دوسری رات سے قرآن اکیڈمی لاہور میں پہلی بار اللہ کی کتاب کو سمجھنے سمجھانے کا یہ انوکھا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اگرچہ ماضی میں اسی غرض سے بعض دینی درسگاہوں میں تراویح کے آخر یا ابتداء میں قرآن حکیم کے چیدہ چیدہ نکات کے بیان کے مبارک سلسلے شروع کئے گئے مگر انہیں بالعموم پذیرائی نہ مل سکی اور بعض مقامات پر اس قسم کی کوششوں کو جلد ہی بند کرنا پڑا' کجا یہ کہ پورے قرآن مجید کے ترجمے و تشریح کو بیان کرنے کی نوبت آتی۔ شاید اللہ کی مشیت میں اس مبارک کام کے آغاز کے لئے محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی شخصیت کا انتخاب ہو چکا تھا۔

پروگرام کی طوالت اور موسم کی شدت کے پیش نظر ابتداءً خیال یہ تھا کہ یہ پروگرام نہایت کٹھن رہے گا اور اس میں شرکاء کی تعداد بہت کم رہے گی۔ لیکن فرمان خداوندی "وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا" کے مصداق اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید کا اظہار اس طور سے ہوا کہ قرآن اکیڈمی میں موسم بہار کے جشن کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ پروگرام کے آغاز میں شرکاء کی تعداد تقریباً دو سو تھی جس میں بتدریج اضافہ ہوتا رہا۔ آخری عشرہ میں تو یہ کیفیت تھی کہ ہر شب تقریباً سو سے زیادہ کاریں اور اسی قدر موٹر سائیکلیں جامع القرآن' قرآن اکیڈمی کے اطراف میں جمع ہو جاتی تھیں۔ بعض مرتبہ شرکاء کی تعداد سات سو سے بھی تجاوز کر گئی اور یہ صورت بھی پیش آئی کہ شرکت کے خواہش مند افراد کو جگہ نہ ملنے کے باعث واپس جانا پڑا۔ شرکاء کی کثیر تعداد اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات پر مشتمل ہوتی تھی جن میں ڈاکٹرز' انجینئرز' پروفیسرز' وکلاء' ممتاز صنعت کار اور تاجر حضرات غرضیکہ ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد شامل تھے۔ خواتین کی اچھی خاصی تعداد بھی پروگرام میں شریک ہوتی رہی۔ چونکہ یہ پروگرام تقریباً رات دو بجے اختتام کو پہنچتا تھا۔ اور اس کے فوراً بعد سحری کھانے کا وقت ہوتا تھا۔ اس لئے بہت سے حضرات گھر پہنچ کر صرف سحری کھا پاتے اور نماز فجر کی ادائیگی کے باعث ان کی پوری رات ہی قیام اللیل کے اس پروگرام کی نذر ہو جاتی اور دن میں اپنے معمولات و مشاغل کی ادائیگی کے باعث آرام کے لئے بہت کم وقت ملتا تھا۔ تاہم اس کے باوجود عام تاثر یہ تھا کہ یہ پروگرام اتنا مفید اور پرکشش

ہے کہ پوری رات جاگنے کے باوجود کسی مرحلے پر بھی بوریت یا گرانی کا احساس نہیں ہوتا۔ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل اور اس کے کلام کی برکت کا مظہر تھا کہ صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن و امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا یہ تجربہ حسن سماع اور حسن شعور و حسن معنی کا امتزاج جمیل ہونے کے باعث دعوت رجوع الی القرآن کی تحریک کے سفر کی قرآن فہمی اور اسلامی انقلاب برپا کرنے کی منزل کی طرف پیش قدمی کے ضمن میں ایک بھرپور قدم ثابت ہوا۔ یہ پروگرام ۹۰ منٹ کے ۵۵ آڈیو کیسٹس پر ریکارڈ ہوا۔ دورہ ترجمہ قرآن کے اس پہلے پروگرام کی مفصل رپورٹ میثاق کے اگست ۸۴ء کے شمارے میں محترم شیخ جمیل الرحمٰن صاحب کے قلم سے شائع ہوئی تھی۔

۱۹۸۵ء میں ہونے والے دورۂ ترجمۂ قرآن کی تفصیلات

گزشتہ سال کی افادیت اور لوگوں کے ذوق و شوق کو مد نظر رکھتے ہوئے اس سال بھی قرآن اکیڈمی لاہور میں رمضان المبارک کے دوران نماز تراویح کے ساتھ محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے قرآن حکیم کا ترجمہ و تشریح بیان کرنے کا اہتمام کیا۔ مئی اور جون کے شدید ترین گرم موسم کے باوجود قرآن حکیم سے محبت و شغف اور وابستگی رکھنے والے حضرات نے رمضان کے دوران دن میں روزہ کی مشقت برداشت کی اور راتیں اس کیفیت میں گزاریں کہ یا تو تراویح میں قرآن مجید کی سماعت ہو رہی ہے یا پھر توجہ و انہماک اور ذوق و شوق کے ساتھ قرآن کے علوم و معارف اور احکامات کو ذہن و قلب میں اتارا جا رہا ہے۔ یہ پروگرام بھی عموماً سوا دو بجے ختم ہوتا جس کے ساتھ ہی سحری کا وقت شروع ہو جاتا۔ اس پروگرام کے دوران کئی آزمائشیں بھی آئیں' مثلاً پہلے عشرہ کے دوران امیر تنظیم اسلامی کو مسلسل حرارت رہی مگر آپ نے دن بھر دفتری و انتظامی امور کی مشغولیت کے باوجود اللہ کی توفیق سے رات کا پروگرام جاری رکھا۔ اسی طرح دوسرے عشرے میں نماز تراویح میں قرآن سنانے والے جناب حافظ رفیق صاحب کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا' جس کی وجہ سے وہ یہ ذمہ داری پوری نہ کر سکے۔ ۱۴/ رمضان سے نماز تراویح میں قرآن پڑھنے کی ذمہ داری حافظ عاکف سعید نے سنبھالی لیکن اگلے روز افطار سے آدھ گھنٹہ قبل عاکف صاحب کے صاحبزادے حسین عاکف جن کی عمر بمشکل دو برس تھی' کا ناگہانی طور پر بجلی کا کرنٹ لگنے سے انتقال ہو گیا۔ اس موقع پر عاکف سعید صاحب نے اللہ کی تائید و توفیق سے بے انتہا صبر و استقامت سے کام لیا اور آخر تک اس ذمہ داری کو نبھایا۔ دورۂ ترجمۂ قرآن کا یہ پروگرام ۶۰ منٹ کی ۸۳ آڈیو کیسٹس پر ریکارڈ ہوا۔

○ ۱۹۸۶ء

اس سال محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے کراچی کے رفقاء کے اصرار پر ناظم آباد بلاک نمبر ۵ پاپوش نگر کراچی کی وسیع و عریض جامع مسجد میں دورۂ ترجمۂ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ تراویح میں قرآن حکیم

حافظ محمد رفیق نے سنایا۔ ابتدائی راتوں میں شرکاء کی تعداد لگ بھگ دو سو افراد رہی۔ پہلے عشرے ہی میں یہ تعداد تین سو تک جا پہنچی جبکہ جمعہ اور ہفتہ کی راتوں میں یہ تعداد سوا چار سو تک پہنچ جاتی تھی۔ آخری عشرے میں شرکاء کی تعداد پانچ سو سے لے کر چھ سو سے بھی متجاوز رہی۔ پورے پروگرام میں خواتین کی شرکت بھی روزانہ اوسطاً پچاس رہی۔ ۲۶/ رمضان المبارک کی شب یہ پروگرام اختتام کو پہنچا۔ یہ پروگرام بھی پورے رمضان سحری کے آغاز تک جاری رہتا تھا لیکن تمام شرکاء کا شدید اصرار تھا کہ آئندہ سال بھی یہ پروگرام کراچی میں رکھا جائے۔ اس دورۂ ترجمۂ قرآن کے برکات و اثرات کا ایک مظہر یہ بھی سامنے آیا کہ ۵۴ بالکل نئے حضرات نے امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ہاتھ پر بیعت سمع وطاعت کر کے اقامت دین کی جدوجہد میں شمولیت اختیار کی۔

اس سال یہ سلسلۂ خیر مزید آگے بڑھا اور اپنی نوعیت کا یہ منفرد دورۂ ترجمۂ قرآن کراچی کے علاوہ لاہور میں بھی دو مقامات پر منعقد ہوا۔ ایک پروگرام قرآن اکیڈمی لاہور میں ہوا جہاں پروفیسر حافظ احمد یار (مرحوم) سابق صدر شعبہ اسلامیات پنجاب یونیورسٹی نے اس ذمہ داری کو نبھایا۔ شرکاء کی تعداد اوسطاً ڈیڑھ سو رہی۔ صلوۃ التراویح میں قرآن سنانے کی ذمہ داری حافظ عاکف سعید کے سپرد تھی۔ دوسرا پروگرام مرکزی دفتر تنظیم اسلامی گڑھی شاہو میں رکھا گیا تھا۔ یہاں قرآن حکیم کا ترجمہ اور مختصر تشریح بیان کرنے کا فریضہ ڈاکٹر عبدالخالق نے انجام دیا۔ صلوٰۃ التراویح حافظ محمد اشرف نے پڑھائی۔ مستقل طور پر شریک ہونے والوں کی تعداد چالیس اور پچاس کے درمیان رہی۔

○ ۱۹۸۷ء

اس سال رمضان المبارک میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد اپنی صحت کی خرابی اور بیرون ملک دعوتی دوروں کے باعث یہ سعادت خود تو حاصل نہ کر سکے تاہم ان کا لگایا ہوا یہ شجر برگ و بار لا چکا تھا۔ چنانچہ اس بار لاہور میں تین مقامات پر اس نہج کے قرآن مجید کے دور کا اہتمام ہوا۔ قرآن اکیڈمی لاہور میں حافظ محمد رفیق نے ترجمۂ قرآن بیان کرنے کی ذمہ داری نبھائی۔

○ ۱۹۸۸ء

اس سال پھر محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے قرآن اکیڈمی لاہور میں گزشتہ سالوں کے مقابلے میں زیادہ بھرپور انداز سے نماز تراویح کے ساتھ ترجمۂ قرآن مع مختصر تشریح بیان کرنے کا اہتمام فرمایا۔ مرد و خواتین شرکاء کی تعداد بھی پہلے کے مقابلے میں بہت زیادہ رہی۔ جبکہ ٹیلیفون ریلے سسٹم کے ذریعے لاہور میں ۶۴ مقامات پر یہ ترجمہ قرآن سنا گیا۔ بعض مقامی اخبارات میں اس پروگرام کی افادیت کے اعتراف میں تعریفی کالم اور تاثرات بھی شائع ہوئے جن میں "ایک سچا عاشق قرآن" کے عنوان مجیب الرحمٰن شامی کا کالم جلسۂ عام (روزنامہ نوائے وقت) اور تنویر قیصر شاہد کے تاثرات (روزنامہ امروز)

قابل ذکر ہیں۔

○ ۱۹۸۹ء

اس سال امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے ابو ظہبی کے احباب کے شدید تقاضے اور اصرار پر ابو ظہبی کے پاکستانی سنٹر کی خوبصورت جامع مسجد میں ترجمۂ قرآن بیان کیا۔ اس رات بھر کے پروگرام میں پاکستان اور بھارت کے مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی تعداد دلچسپی سے شریک ہوئی۔

جامع القرآن، قرآن اکیڈمی میں اس سال بھی پچھلے چند برسوں کی طرح ماہ رمضان المبارک میں دورۂ ترجمۂ قرآن کی روایت پورے اہتمام سے نبھائی گئی۔ جسے پروفیسر حافظ احمد یار صاحب نے کبر سنی اور علالت کے باوجود نہایت خوبی سے نبھایا۔ لاہور میں دو اور مقامات پر یہ پروگرام منعقد ہوئے۔ مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو میں محترم ڈاکٹر صاحب کے دورۂ قرآن کے ویڈیو کیسٹس کے ذریعے استفادہ کیا گیا۔ جبکہ نواں کوٹ ملتان روڈ کی ایک مسجد میں محترم رحمت اللہ بٹر صاحب نے دورۂ ترجمہ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ یہاں نمازیوں کی سہولت کی غرض سے پہلے نماز تراویح ادا کی جاتی اور آخر میں قرآن کے پڑھے گئے حصے کا ترجمہ بیان ہوتا۔

دورۂ ترجمہ قرآن کے جواز کا فتویٰ

ناظم آباد کراچی بلاک نمبر ۵ کی جامع مسجد میں بھی یہ محفل سجی، جہاں حافظ محمد رفیق نے اس ذمہ داری کو نبھایا۔ یہاں پہلے عشرہ کے دوران بعض لوگ دورۂ ترجمۂ قرآن کے خلاف جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن سے ایک فتویٰ لے کر آئے جس کی رُو سے قرآن فہمی کی اس کوشش کو خلاف شرع اور بدعت قرار دیا گیا تھا۔ لیکن یہ فتویٰ مدرسہ ھذا کے رئیس دارالافتاء کا جاری کردہ نہ تھا بلکہ کسی جونیئر استاد کا مرتب کردہ تھا۔ تاہم انجمن خدام القرآن کی طرف سے لاہور کی چوٹی کی دو دینی درسگاہوں یعنی جامعہ اشرفیہ، جامعہ نعیمیہ اور کراچی میں مفتی محمد شفیع کے قائم کردہ "دارالعلوم" میں ایک استفتاء مرتب کر کے بھجوایا گیا۔ تاکہ صورت مسئلہ میں رہنمائی حاصل ہو سکے۔ الحمدللہ مذکورہ بالا تینوں دارالعلوموں کے بلند پایہ مفتی حضرات نے نہ صرف یہ کہ دورۂ ترجمۂ قرآن کے جواز کا فتویٰ دیا بلکہ بعض نے کچھ شرائط کے ساتھ اسے بہتر اور مستحسن بھی قرار دیا۔

○ ۱۹۹۰ء

دورۂ ترجمۂ قرآن کی مستحسن روایت ساتویں سال میں بھی بلا کسی تعطل و انقطاع کے جاری رہی۔ قرآن اکیڈمی لاہور میں خود امیر تنظیم اسلامی نے اس ذمہ داری کو اپنے ذمہ لیا۔ یہ پروگرام بھی نماز عشاء کے ساتھ شروع ہوتا اور سحری ہی کی خبر لاتا لیکن اس مشقت کے باوجود مرد و خواتین خصوصاً

نوجوانوں کاشغف دیدنی تھا۔ جو ظاہر بات ہے کہ شدید طلب اور روحانی پیاس کے بغیر ممکن نہیں۔

○ ۱۹۹۱ء

محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے اس بار قرآن اکیڈمی کراچی کی زیر تعمیر عمارت میں دورۂ ترجمۂ قرآن سنانے کا فیصلہ کیا۔ دوران پروگرام یہ عمارت شہر سے ایک طویل مسافت اور ساحل سمندر سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر درخشاں سوسائٹی کلفٹن میں واقع ہونے کے باوجود مرجع خلائق بنی رہی۔ شرکاء کی اوسطاً تعداد اڑھائی سے تین صد رہی۔ آخری عشرے میں یہ تعداد بہت زیادہ ہو گئی تھی۔

قرآن اکیڈمی لاہور میں محترم ڈاکٹر صاحب کے خلف الرشید حافظ عاکف سعید نے یہ ذمہ داری بڑی خوش اسلوبی سے ادا کی۔ حافظ محمد رفیق صاحب نے علامہ اقبال ٹاؤن لاہور کے رضا بلاک کی جامع مسجد میں دورۂ ترجمہ قرآن کروایا' جہاں نمازیوں کی سہولت کے پیش نظر نماز تراویح کی ادائیگی کے بعد پڑھے گئے پارے کا ترجمہ بیان کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ مرکزی دفتر تنظیم اسلامی گڑھی شاہو اور قرآن سکول دس پورہ سمیت پانچ مقامات پر امیر محترم کے ویڈیو کیسٹس کے ذریعے قرآن حکیم کے ترجمے سے استفادہ کیا گیا۔

○ ۱۹۹۲ء

امیر تنظیم اسلامی نے اس سال آفیسرز کالونی ملتان کی زیر تعمیر قرآن اکیڈمی میں اس مبارک پروگرام کے انعقاد کا فیصلہ کیا۔ یہ پروگرام بھی سابقہ تمام پروگراموں کی طرح بھرپور رہا۔ پروگرام کا آغاز نو بجے شب ہوتا تھا اور قریباً تین بجے بلکہ بسا اوقات ساڑھے تین بجے صبح اختتام پذیر ہوتا تھا۔ دو صد سے زائد افراد روزانہ اس پروگرام میں شریک ہوئے۔

قرآن اکیڈمی لاہور سمیت جہاں حافظ عاکف سعید صاحب نے سعادت حاصل کی' چار مقامات پر لاہور میں اور چار ہی مقامات پر کراچی میں دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں کا انعقاد عمل میں لایا گیا۔ بہت سے مقامات پر ویڈیو کیسٹس کی مدد سے جبکہ بعض جگہوں پر تنظیم کے رفقاء نے خود ہمت کر کے "رجوع القرآن" کی اس تحریک میں حصہ ڈالنے کے لئے کئی پروگرام منعقد کئے۔

○ ۱۹۹۳ء

۱۹۹۳ء کے رمضان المبارک میں امیر تنظیم اسلامی کے دورۂ امریکہ کے باعث قرآن اکیڈمی لاہور میں مسلسل تیسری بار حافظ عاکف سعید نے اپنے مؤثر اور شگفتہ انداز میں دورۂ ترجمۂ قرآن کروایا۔ لاہور میں اس کے علاوہ مزید پانچ مقامات پر بھی یہ پروگرام منعقد ہوئے۔ جن میں دو مقامات میں سے ایک جگہ فتح محمد قریشی صاحب اور دوسری جگہ چوہدری رحمت اللہ بٹر نے یہ سعادت حاصل کی جبکہ تین دیگر

مقامات پر ویڈیو کیسٹ کے ذریعے محترم ڈاکٹر صاحب کے دورۂ ترجمۂ قرآن سے استفادہ کیا گیا۔ مزید برآں فیروز والا (مضافات لاہور) میں نعیم اختر عدنان صاحب، فیصل آباد میں ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب، ملتان میں مختار حسین فاروقی صاحب اور کراچی میں نوید احمد صاحب نے دورۂ ترجمۂ قرآن کی ذمہ داری نبھائی۔

○ ۱۹۹۴ء

قرآن اکیڈمی لاہور میں اس سال امیر تنظیم اسلامی نے ترجمہ قرآن بیان کیا۔ شرکاء کی تعداد سابقہ تمام پروگراموں سے زیادہ اور بھرپور تھی۔ پروگرام کا دورانیہ کم و بیش چھ گھنٹے تھا، نماز عشاء ساڑھے آٹھ بجے ادا کی جاتی اور فارغ ہوتے بالعموم اڑھائی بج جاتے۔ اس سال ملک کے دوسرے شہروں میں بھی دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگرام منعقد ہوئے۔

لاہور میں دیگر اہم پروگرام: مسجد و مکتب 'مدینہ روڈ' وائٹن لاہور میں تنظیم اسلامی کے رفیق محترم فتح محمد قریشی صاحب نے دورۂ ترجمۂ قرآن کی تکمیل کی۔ یہ پروگرام روزانہ رات آٹھ بجے سے بارہ بجے تک جاری رہتا تھا۔ حاضرین کی اوسطاً تعداد تیس، پینتیس کے لگ بھگ تھی۔ جبکہ چند خواتین نے بھی باقاعدگی سے اس پروگرام میں شرکت کی۔

دارالقرآن وسن پورہ لاہور میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی ویڈیو کیسٹس کے ذریعے دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام مکمل کیا گیا۔ اسی طرح جامع مسجد گنگ محل میں حافظ محمد اقبال نے روزانہ تراویح کے بعد آدھ گھنٹہ تلاوت کردہ حصہ کے مطالب کا خلاصہ بیان کیا۔

کراچی: اس سال قرآن اکیڈمی کراچی میں انجینئر نوید احمد نے اس پروگرام کو احسن طریق پر انجام دیا۔ روزانہ اوسطاً ۱۰۰ افراد اس پروگرام میں شریک رہے جبکہ شب جمعہ میں یہ تعداد ۱۵۰ تک پہنچ جاتی تھی۔ اس کے علاوہ تقریباً پچیس تیس خواتین نے بھی پروگرام میں شرکت کی۔ بعض اوقات یہ تعداد ۷۰ سے ۸۰ تک پہنچ جاتی تھی۔

دفتر تنظیم اسلامی کراچی شرقی نمبر ۲ میں جناب اعجاز لطیف نے اس پروگرام کی تکمیل کی۔ چھوٹا گیٹ، ائیرپورٹ کراچی میں ایک رفیقہ تنظیم نے خواتین کے لئے دورۂ ترجمۂ قرآن کا پروگرام منعقد کیا جس میں ۵۰ تا ۶۰ خواتین شریک ہوئیں۔ محمود آباد میں جناب جاوید عبداللہ نے دورۂ ترجمۂ قرآن کی تکمیل کا فریضہ سرانجام دیا۔

ان پروگراموں کے علاوہ کراچی میں متعدد مقامات پر دورۂ ترجمۂ قرآن کی آڈیو اور ویڈیو ریکارڈنگ کے ذریعہ بھی استفادہ کیا گیا۔

ملتان: قرآن اکیڈمی ملتان میں انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب نے دورۂ ترجمۂ قرآن کی تکمیل کی۔ شرکاء کی تعداد ایک سو کے لگ بھگ ہوتی تھی۔ تقریباً ۲۵ خواتین بھی اس پروگرام میں شریک رہیں۔

فیصل آباد : گزشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی فیصل آباد میں رمضان المبارک کے دوران نماز تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمۂ قرآن انجمن خدام القرآن کے دفتر میں منعقد کیا گیا۔ مدرس و مترجم کے فرائض ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے انجام دیے۔

علاوہ ازیں جناب محمد رشید عمر صاحب نے جامع مسجد محمدی اہلحدیث پیپلز کالونی میں نماز تراویح کے بعد اس روز پڑھے جانے والے قرآن مجید کی منتخب آیات کا ترجمہ آدھ گھنٹہ میں بیان کرنے کی سعادت حاصل کی۔

پشاور : اس سال پشاور میں بھی رفقائے تنظیم نے دورۂ ترجمۂ قرآن کا پروگرام منعقد کیا۔ ترجمہ قرآن کرنے کی سعادت خورشید انجم صاحب نے حاصل کی۔ اس پروگرام میں قرآن مجید کا جو منتخب حصہ تراویح میں پڑھا جانا ہوتا، فرض نماز کے بعد اس کے مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا تھا۔ جس میں آدھ تا پون گھنٹہ صرف ہوتا تھا۔

راولپنڈی / اسلام آباد : راولپنڈی / اسلام آباد میں بذریعہ ویڈیو کیسٹ دورۂ ترجمۂ القرآن کی محافل منعقد ہوتی تھیں۔ جس کی صورت یہ تھی کہ مقامی مساجد میں نماز عشاء اور تراویح پڑھ کر بعد میں مندرجہ ذیل مقامات پر استفادہ کیا جاتا۔

۱۔ ڈھوک گنگال، برمکان محبوب ربانی مغل
۲۔ بمقام شکریال، برمکان شمس الحق اعوان
۳۔ مسلم ٹاؤن، برمکان شمیم اختر
۴۔ برمکان غلام مرتضیٰ اعوان ۲/۶۔جی اسلام آباد

اس کے علاوہ فیصل مسجد میں خالد محمود عباسی اور چند رفقائے تنظیم نے اعتکاف کیا۔ اس دوران خالد محمود عباسی نے دورۂ ترجمۂ قرآن کی سعادت حاصل کی۔

○ ۱۹۹۵ء

امیر محترم نے گھٹنوں کی شدید تکلیف کے باوجود امریکہ کے رفقائے تنظیم کے اصرار پر نیوجرسی کی مسجد الرحمٰن میں بزبان انگریزی دورۂ ترجمۂ قرآن کا آغاز کیا۔ لیکن اس پروگرام کے لئے مسلسل چھ چھ گھنٹے ایک ہی انداز میں کرسی پر بیٹھے رہنے کا نتیجہ ٹانگوں پر سوجن اور ورم کی صورت میں ظاہر ہوا اور یہ پروگرام چار روز بعد ہی موقوف کرنا پڑا۔ تاہم شرکاء کے ذہن و نقش پر اس چار روزہ پروگرام کے بھی دیرپا اثرات قائم ہوئے۔

☆ قرآن اکیڈمی لاہور میں جناب مختار حسین فاروقی نے دورۂ ترجمۂ قرآن کی سعادت حاصل کی۔
☆ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے مرکزی دفتر تنظیم اسلامی میں جناب فتح محمد قریشی نے والٹن مسجد میں اور

چودھری رحمت اللہ بٹر نے ڈھولن وال میں دورۂ ترجمۂ قرآن کروایا۔

☆ مزید برآں لاہور میں دو مقامات پر بذریعہ ویڈیو کیسٹ استفادہ کیا گیا۔

☆ قرآن اکیڈمی ملتان میں ڈاکٹر طاہر خان خاکوانی نے یہ ذمہ داری نبھائی۔

☆ جامع مسجد گوجراں' گجرات میں مولانا عبدالروٴف اور جناب شاہد اسلم نے دورۂ ترجمۂ قرآن مکمل کیا۔

☆ دفتر تنظیم اسلامی فیصل آباد میں ڈاکٹر عبدالسمیع نے مترجم کے فرائض سرانجام دیئے۔

☆ راولپنڈی / اسلام آباد میں آٹھ مقامات پر بذریعہ ویڈیو کیسٹ اس پروگرام کا انعقاد ہوا۔ جبکہ دو مقامات پر جناب محبوب ربانی مغل اور جناب شفاء اللہ خان مترجم تھے۔

☆ کراچی میں نو مقامات پر ویڈیو کیسٹ کے ذریعے اور پانچ مقامات پر انجینئر نوید احمد' سید یونس واجد صاحب' اعجاز لطیف صاحب' عبدالمقتدر صاحب اور شمس العارفین نے مترجم کے فرائض ادا کیے۔ کراچی میں دو حلقے خواتین کے بھی قائم ہوئے جہاں خواتین مترجمات ہی نے دورۂ ترجمۂ قرآن کی سعادت حاصل کی۔

☆ حلقہ سرحد و بلوچستان میں بھی متعدد مقامات پر دورۂ ترجمۂ قرآن کے حلقے قائم رہے۔

○ ۱۹۹۶ء

☆ امیر تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے گزشتہ سال انگریزی دورۂ ترجمۂ قرآن کی تکمیل نہ ہونے کے باعث اس سال مسلم سینٹر آف نیویارک امریکہ میں بزبان انگریزی دورۂ ترجمۂ قرآن کی سعادت حاصل کی اور پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق ۱۵ پاروں کی آڈیو / ویڈیو ریکارڈنگ مکمل ہو گئی۔ یہاں نماز تراویح میں قرآن سنانے کی سعادت جناب حافظ عاکف سعید کے حصے میں آئی۔

☆ قرآن اکیڈمی لاہور میں ڈاکٹر عبدالسمیع نے دورۂ ترجمۂ قرآن مکمل کیا' موصوف اس ذمہ داری کو نبھانے کے لئے روزانہ فیصل آباد سے تشریف لاتے تھے۔

☆ اس کے علاوہ ملک بھر میں دورۂ ترجمۂ قرآن کے بیسیوں حلقے قائم ہوئے' جہاں ہزاروں طالبان قرآن نے رمضان المبارک کے تزکیہ نفس کے دوگونہ پروگرام میں روزہ کے ساتھ ساتھ قیام الیل کی سعادت حاصل کی۔

○ ۱۹۹۷ء

اس سال پاکستان کے طول و عرض میں دورۂ ترجمۂ قرآن کے جو اہم پروگرام ہوئے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

پنجاب شرقی :

☆ پنجاب شرقی لاہور ڈویژن پر مشتمل حلقہ پنجاب شرقی میں قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن' لاہور کو دورۂ ترجمۂ قرآن کے پروگراموں میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہاں ڈاکٹر عارف رشید صاحب نے یہ ذمہ داری نبھائی۔

☆ مسجد و مکتب خدام القرآن والٹن میں جناب فتح محمد قریشی مدرس تھے۔

☆ جامع مسجد لاریکس کالونی (کینال بنک ایکسٹینشن) میں جناب محمد مبشر نے "تفہیم القرآن" کی مدد سے دورۂ ترجمۂ قرآن مکمل کیا۔

☆ چھ مقامات پر امیر محترم کی ویڈیو ریکارڈنگ کے ذریعہ استفادہ کیا گیا۔

پنجاب شمالی :

☆ عظمت ممتاز ثاقب کے مکان واقع ایف۔ ۱۰ اسلام آباد میں جناب شمس الحق اعوان نے مدرس کے فرائض سرانجام دیئے۔

☆ مزید برآں راولپنڈی / اسلامہ آباد میں سات مختلف مقامات پر بذریعہ ویڈیو کیسٹ دورۂ ترجمۂ قرآن کے پروگرام منعقد ہوئے۔

پنجاب جنوبی :

قرآن اکیڈمی ملتان میں جناب مختار حسین فاروقی اور نشتر میڈیکل کالج کی مسجد میں ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی نے دورۂ ترجمۂ قرآن کی ذمہ داری نبھائی۔

پنجاب غربی :

☆ حمید پیلس' فیصل آباد میں ڈاکٹر عبدالسمیع مدرس تھے۔

☆ دفتر حلقہ' ریلوے روڈ' فیصل آباد میں جناب شاہد مجید نے ترجمۂ قرآن بیان کیا۔

☆ مرکز تنظیم اسلامی سرگودھا میں جناب رشید عمر نے دورۂ ترجمۂ قرآن کی سعادت حاصل کی۔

☆ چک ۱۱۷ جنوبی میں محمد اقبال نے یہ ذمہ داری نبھائی۔

☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں چوہدری رحمت اللہ بٹر صاحب نے پنجابی زبان میں دورۂ ترجمۂ قرآن مکمل کیا۔

☆ سانگلہ ہل میں بذریعہ ویڈیو کیسٹ یہ پروگرام منعقد ہوا۔

حلقہ آزاد کشمیر :

بیروٹ میں جناب خالد محمود عباسی نے مترجم کے فرائض سرانجام دیئے۔

حلقہ سرحد :

پشاور میں بذریعہ ویڈیو کیسٹ جناب خدا بخش کے مکان پر یہ پروگرام منعقد کیا گیا۔

حلقہ کراچی :

☆ تنظیم اسلامی ضلع وسطی نمبر ا

ا۔ برمکان احتشام الحق صدیقی 'نیو کراچی۔مدرس عبد المقتدر

۲۔ برمکان جناب نجم الحسن 'نارتھ ناظم آباد۔بذریعہ ویڈیو کیسٹ

☆ تنظیم اسلامی ضلع وسطی نمبر ۲

ا۔ برمکان جناب جلال الدین اکبر 'گلشن اقبال۔مدرس جلال الدین اکبر

۲۔ برمکان جناب نوید احمد 'اسحاق آباد۔بذریعہ ویڈیو کیسٹ

۳۔ برمکان جناب محمد طارق 'عزیز آباد۔بذریعہ ویڈیو کیسٹ

☆ تنظیم اسلامی ضلع شرقی نمبر ا

ا۔ دفتر تنظیم اسلامی۔مدرس عبد الرزاق

☆ تنظیم اسلامی ضلع شرقی نمبر ۲

ا۔ دفتر تنظیم اسلامی۔مدرس اعجاز لطیف

۲۔ برمکان جناب اعجاز لطیف (صبح دس تا ڈیڑھ بجے)۔مدرسہ بیگم اعجاز لطیف

۳۔ برمکان جناب بشیر احمد سلیمی 'ملیر کینٹ۔بذریعہ ویڈیو کیسٹ

۴۔ برمکان جناب محمد سلیم' ماڈل کالونی۔بذریعہ ویڈیو کیسٹ

☆ تنظیم اسلامی ضلع شرقی نمبر ۳

ا۔ مسجد طیبہ 'زمان ٹاؤن 'کورنگی نمبر ۴۔مدرس سید یونس واجد

۲۔ برمکان جناب ابوذر ہاشمی 'لانڈھی نمبر ا۔یہاں تین رفقاء نے ذمہ داری نبھائی

☆ تنظیم اسلامی ضلع جنوبی

ا۔ قرآن اکیڈمی' ڈیفنس۔مدرس انجینئر نوید احمد

○ ۱۹۹۸ء

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اس سال قرآن اکیڈمی کراچی میں دورۂ ترجمۂ قرآن مکمل کیا۔ اس پروگرام کی خاص بات یہ تھی کہ اس مرتبہ ممبئی (بھارت) کے ادارے اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن کی خواہش پر بذریعہ سیٹلائٹ نشر کیے جانے کی غرض سے مخصوص ڈیجیٹل ریکارڈنگ کا اہتمام

تھا۔ یہ پروگرام ساڑھے آٹھ بجے شب شروع ہوتا اور تقریباً ڈھائی بجے تک جاری رہتا۔ شرکاء کی تعداد اوسطاً ساڑھے تین سو رہی۔ جو ہفتے کی آخری شب پانچ سو سے بھی تجاوز کر جاتی۔ اس پروگرام کے اختتام پر تقریباً ۱۵۰ افراد نے تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن میں شمولیت اختیار کی۔

☆ قرآن اکیڈمی لاہور میں جناب خالد محمود عباسی نے ترجمۂ قرآن بیان کیا۔

☆ اس کے علاوہ لاہور میں چار مختلف مقامات پر جناب عبدالرزاق قمر' جناب اقبال حسین' حافظ محمد اشرف اور حافظ علاؤالدین نے یہ سعادت حاصل کی جبکہ گیارہ مقامات پر بذریعہ ویڈیو کیسٹ یہ پروگرام منعقد کیا گیا۔

☆ کراچی اور لاہور کے علاوہ ملک کے طول و عرض میں بھی حسب معمول بیسیوں مقامات پر یہ پروگرام منعقد ہوئے۔

<u>امریکہ میں دورۂ ترجمۂ قرآن</u> : اس سال مسلم سنٹر آف نیویارک میں دوران نماز تراویح جناب حافظ عاکف سعید نے دورۂ ترجمۂ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ امریکہ میں یہ پہلا موقع تھا' جب یہاں نیکیوں کے موسم بہار میں قرآنی علوم و معارف کے انوار کی بارش ہوئی۔ یہ دورۂ ترجمۂ قرآن اردو زبان میں مکمل کیا گیا۔ اس سے پہلے اسی سنٹر میں امیر تنظیم اسلامی نے بزبان انگریزی پندرہ پارے ریکارڈ کروائے تھے۔ یہ تعداد امریکہ کی مصروف زندگی کے باوجود اردو جاننے والے خواتین و حضرات کی اچھی خاصی تعداد اس پروگرام میں باقاعدگی سے شریک ہوتی رہی۔ روزانہ اوسط حاضری ساٹھ ستر افراد سے زیادہ رہتی' جبکہ جمعہ' ہفتہ اور اتوار کے روز یہ تعداد ۱۵۰ سے ۲۰۰ افراد تک پہنچ جاتی۔ جناب حافظ اسد اعوان اور حافظ ڈاکٹر فرید شاہ نے نماز تراویح میں قرآن سنایا۔ یہ پروگرام نیویارک کے مسلم حضرات کو قرآن کی روحانی کیفیت سے روشناس کرانے کی طرف ایک اہم قدم تھا۔

○ ۱۹۹۹ء

وہ پودا جسے امیر تنظیم اسلامی نے ۱۹۸۴ء میں لگایا تھا اس سال اپنے جوبن پر نظر آتا ہے۔ یہ پودا اب نہ صرف ایک تناور درخت بن چکا ہے' بلکہ تحریک دعوت رجوع الی القرآن کے زیر اثر شروع ہونے والا یہ پروگرام خود ایک تحریک کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ اس سال پاکستان میں مجموعی طور پر اٹھائیس مقامات پر دورۂ ترجمۂ قرآن کے مکمل پروگرام منعقد ہوئے۔ مزید برآں بیان القرآن (خلاصۂ مباحث قرآن) کے پروگرام گیارہ مقامات پر اور آڈیو/ویڈیو کیسٹ کے ذریعے ترجمہ قرآن کے مکمل و مختصر پروگرام ۳۵ مقامات پر ہوئے۔

اس بار قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے دورۂ ترجمۂ قرآن کی سعادت حاصل کرنے کا فیصلہ کیا۔ البتہ اس بار ڈاکٹر صاحب کی صحت کے پیش نظر اس پروگرام میں

تھوڑی سی تبدیلی کی گئی تھی۔ اس پروگرام سے پہلے معمول یہ تھا کہ ترجمۂ قرآن عشاء کی نماز سے شروع ہو کر پانچ پانچ' چھ چھ گھنٹے میں مکمل ہوتا تھا۔ لیکن اس مرتبہ قرآن کے لفظ بہ لفظ ترجمہ و تشریح کے بجائے صرف رکوع بہ رکوع مباحث و مضامین کا خلاصہ بیان کیا گیا۔ اس فیصلے کی وجہ یہ بھی تھی کہ اس صورت میں "خلاصۂ مباحث قرآن" کی ایک ایسی ریکارڈنگ میسر ہو گئی جو آئندہ سالوں میں رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں بعض مقامات پر کم وقت میں مطالب قرآن کے بیان کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ اس طرح اس پروگرام کا دائرہ افادیت وسیع تر ہو گیا کیونکہ اب زیادہ سے زیادہ لوگ رمضان کے مہینے میں بذریعہ ویڈیو کیسٹ قرآن کے مباحث سے استفادہ کرنے کے لئے اس پروگرام میں شرکت کر سکیں گے۔

اس سال خلاصہ مباحث قرآن کے پروگرام میں محترم ڈاکٹر صاحب نماز عشاء کے بعد نماز تراویح کی پہلی آٹھ رکعتوں میں پڑھے جانے والے قرآن کے مضامین کا خلاصہ ایک گھنٹے میں بیان فرماتے' پھر آٹھ رکعتیں پڑھی جاتیں۔ اس کے بعد اگلی بارہ رکعت میں پڑھے جانے والے قرآن کا خلاصہ بھی ایک گھنٹے میں بیان کیا جاتا۔ اس کے بعد بیس منٹ کا وقفہ ہوتا جس میں مرکزی انجمن خدام القرآن کی طرف سے شرکاء کو چائے پیش کی جاتی۔ وقفے کے بعد بارہ رکعت تراویح اور صلوٰۃ الوتر ادا کی جاتی جبکہ پروگرام کے اختتام پر نصف گھنٹہ سوال و جواب کی نشست کے لئے مختص ہوتا۔ یوں یہ پروگرام ساڑھے بارے بجے اختتام پذیر ہو جاتا۔

اس پروگرام کی ایک غیر معمولی بات شرکاء کی حاضری تھی' دھند اور دسمبر' جنوری کی شدید سردی کے باوجود لاہور کے دور دراز علاقوں اور قریبی شہروں سے بے شمار لوگ اپنے اہل خانہ کے ہمراہ روزانہ پروگرام میں شرکت کرتے۔ چنانچہ قرآن اکیڈمی کی مسجد میں تل دھرنے کو جگہ نہ ہوتی۔ مسجد کے علاوہ خواتین اور بچوں کے لئے الگ سے دو ہال بھی کھچا کھچ بھرے ہوتے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ پروگرام کے اختتام پر شرکاء کی ایک قابل ذکر تعداد نے تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کر کے اقامت دین کی جدوجہد میں محترم ڈاکٹر صاحب کا باقاعدہ ساتھی بننے کا فیصلہ کیا۔

روزنامہ پاکستان لاہور نے ۱۴/ جنوری ۹۹ء کی خصوصی اشاعت میں اس پروگرام پر ایک بھرپور فیچر شائع کیا' جس میں پورے دو رنگین صفحات پر اس پروگرام کا بھرپور طریقے سے احاطہ کیا گیا تھا۔

موسم کی خرابی کے باوجود لوگوں کی اتنی بڑی تعداد میں شرکت و دلچسپی' آخر میں لوگوں کی تنظیم میں شمولیت سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ مملکت خداداد پاکستان میں اسلامی انقلاب کی منزل اب زیادہ دور نہیں۔

اس مرکزی پروگرام کے علاوہ اس سال مندرجہ ذیل مقامات پر دورۂ ترجمۂ قرآن کے پروگرام منعقد ہوئے۔

حلقہ پنجاب شرقی :

☆ لاہور میں بارہ مقامات پر بذریعہ ویڈیو دورۂ ترجمۂ قرآن کے پروگرام منعقد ہوئے۔

☆ علاوہ ازیں مندرجہ ذیل مقامات پر جن مدرسین نے دورۂ ترجمۂ قرآن کی تکمیل کی' ان کے نام یہ ہیں :

(۱) مسجد خدام القرآن والٹن لاہور میں جناب فتح محمد قریشی مترجم تھے۔

(۲) دارالقرآن وسن پورہ لاہور میں جناب عبدالرزاق قمر نے یہ سعادت حاصل کی۔

(۳) مسجد نور' گلستان کالونی' مصطفیٰ آباد میں جناب اقبال حسین نے دورۂ ترجمۂ قرآن کرایا۔

(۴) تاج پورہ میں محمد اختر خان صاحب کے مکان پر نماز تراویح کے بعد جناب حافظ محمد اشرف نے مختصراً مضامین قرآن بیان کرنے کی ذمہ داری نبھائی۔

(۵) مسجد العزیز رچنا ٹاؤن فیروز والا میں حافظ علاؤالدین مترجم تھے۔

(۶) شیخوپورہ میں قیصر جمال فیضی نے یہ پروگرام مکمل کیا۔

حلقہ پنجاب جنوبی :

☆ پنجاب جنوبی میں تین مقامات پر ویڈیو کیسٹ کے ذریعے دورۂ ترجمۂ قرآن کے پروگرام منعقد کئے گئے۔

☆ قرآن اکیڈمی ملتان میں ڈاکٹر طاہر خاکوانی نے دورۂ ترجمۂ قرآن کی ذمہ داری پوری کی۔

☆ مسجد تنظیم اسلامی میانوالی میں جناب بشیر احمد نے ترجمۂ قرآن بیان کیا۔

حلقہ پنجاب غربی :

☆ قرآن ہال سرگودھا میں جناب خالد محمود عباسی مترجم تھے۔

☆ دفتر مسلم لیگ سانگلہ ہل کی تالاب والی مسجد میں جناب رحمت اللہ بٹر نے پنجابی میں ترجمۂ قرآن بیان کیا۔

☆ دفتر انجمن خدام القرآن فیصل آباد میں جناب رشید عمر نے یہ سعادت حاصل کی۔

☆ دفتر تنظیم اسلامی فیصل آباد شرقی میں جناب محمد فاروق نے اس ذمہ داری کو پورا کیا۔

حلقہ پنجاب وسطی :

☆ جامع مسجد عبیداللہ جھنگ صدر میں جناب انجینئر مختار حسین فاروقی نے دورۂ ترجمۂ قرآن مکمل کیا۔

ترجمۂ قرآن مکمل کیا۔ اس پروگرام کی اوسط حاضری ۲۵ رہی۔

☆ عابد جاوید خان کی رہائش گاہ واقع بلدیہ ٹاؤن میں مترجم کے فرائض جناب عبدالرزاق خان نیازی نے ادا کیے۔

☆ نیول کالونی کی مسجد میں جناب سعید الرحمٰن مترجم تھے۔

☆ لانڈھی میں جمیل احمد کی رہائش گاہ پر جناب عامر خان اور افتخار عالم خان نے ترجمۂ قرآن بیان کیا۔ اوسط حاضری ۳۵ مرد اور ۱۰ خواتین پر مشتمل رہی۔

☆ کوچنگ سنٹر K ایریا، کورنگی نمبر ۵، کراچی میں اقبال احمد صدیقی نے یہ سعادت حاصل کی۔

☆ جناب اختر ندیم صاحب نے اپنے مکان واقع PECHS کراچی میں مختصر مضامین قرآن بیان کرنے کی ذمہ داری نبھائی۔

☆ ماڈل کالونی کراچی میں محمد سلیم صاحب کے مکان پر بذریعہ ویڈیو کیسٹ ہونے والے پروگرام میں اوسط حاضری ۱۵ افراد تھی۔

☆ بشیر احمد سلیمی صاحب کی رہائش گاہ واقع ملیر کینٹ کراچی میں ویڈیو کے ذریعے پروگرام منعقد ہوا۔ اوسط حاضری ۳۰ مرد اور ۱۰ خواتین پر مشتمل تھی۔

☆ پی آئی اے ٹاؤن شپ میں طارق محمود ملک صاحب کی رہائش گاہ پر ہونے والے ویڈیو پروگرام میں اوسط حاضری ۱۰ تھی۔

☆ دفتر تنظیم اسلامی، اسلام چوک، اورنگی ٹاؤن میں پروجیکٹر کے ذریعے دورۂ ترجمۂ قرآن کا پروگرام ہوا۔

☆ سکھر میں ریلوے آفیسرز کلب میں مترجمین جناب غلام محمد سومرو اور خالد محمود سومرو تھے۔ اوسط حاضری ۴۰ تھی۔

خواتین کے پروگرام:

☆ اعجاز لطیف صاحب کی رہائش گاہ واقع گلشن اصغر، کراچی میں ان کی اہلیہ صبح دس بجے ترجمۂ قرآن بیان کرتی تھیں۔ خواتین کی اوسط حاضری ۱۴۰ تھی۔

☆ لانڈھی میں ابوذر ہاشمی صاحب کی رہائش گاہ پر ہونے والے پروگرام کی مترجمہ افتخار عالم خان صاحب کی اہلیہ تھیں۔ یہ پروگرام روزانہ آٹھ بجے شب ہوا کرتا تھا۔ اوسط حاضری ۴۵ تھی۔

☆ ایبٹ آباد میں جناب ذوالفقار علی کے مکان پر خواتین کے لئے روزانہ صبح دس تا گیارہ بجے بذریعہ ویڈیو دورۂ ترجمۂ قرآن کا اہتمام تھا۔

<u>نیویارک میں دورۂ ترجمۂ قرآن</u> نیویارک کے شہر فلشنگ میں اردو سمجھنے اور انڈیا/پاکستان سے

☆ کینٹ پشاور میں بھی ویڈیو کیسٹ کے ذریعے استفادہ کیا گیا۔

حلقہ سندھ و بلوچستان :

☆ بلوچستان میں دو مقامات پر بذریعہ ویڈیو دورۂ ترجمۂ قرآن کا پروگرام منعقد کیا گیا۔
☆ قرآن اکیڈمی کراچی میں جناب اعجاز لطیف نے مترجم کے فرائض سرانجام دیئے۔ قرآن اکیڈمی کے شہر سے خاصے فاصلے پر ہونے کے باوجود بھی حاضری بھرپور رہی۔ تقریباً ۱۵۰ مرد اور ۶۰ خواتین اس پروگرام میں شریک رہیں۔
☆ میٹ ء ٹریٹ شادی ہال گلشن اقبال کراچی میں دورۂ ترجمۂ قرآن کی ذمہ داری انجینئر نوید احمد نے نبھائی۔ تقریباً ۱۵۰ مرد اور ۷۵ خواتین اس پروگرام میں شریک ہوئیں۔

ایسی دیوانگی دیکھی نہیں!

لب سڑک دورۂ ترجمۂ قرآن کا پروگرام
☆ برنس روڈ، کراچی شہر کی سیاسی سرگرمیوں کا مرکز ہے۔ اس علاقے میں جناب شجاع الدین شیخ صاحب نے دورۂ ترجمۂ قرآن کا پروگرام منعقد کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ چنانچہ علاقہ کی مسجد میں اس پروگرام کے انعقاد کی اجازت طلب کی گئی لیکن مسجد کمیٹی سے اس کی اجازت نہ مل سکی۔ لہٰذا شجاع الدین صاحب نے طے کیا کہ وہ سڑک پر ٹینٹ لگا کر یہ سعادت حاصل کریں گے۔ اہل محلّہ نے اس کارِ خیر میں خوب تعاون کیا اور یوں شجاع الدین صاحب نے اپنی نوعیت کے اعتبار سے دعوت رجوع الی القرآن کے اس منفرد پروگرام کو انوکھے انداز میں سڑک کے کنارے منعقد کر کے اپنے صاحبِ جنوں ہونے کا ثبوت فراہم کیا جس کی دعوت و تبلیغ کے کام میں بہت ضرورت ہوتی ہے اور جس جنون کی رفقاء اپنے اندر اکثر کمی محسوس کرتے ہیں۔

اس پروگرام کی اوسط حاضری عام راتوں میں ۵۰ جبکہ طاق راتوں میں ۱۰۰ سے متجاوز رہی۔
☆ مدرسہ شمس النساء منظور کالونی کراچی میں جناب فیصل منصوری نے یہ ذمہ داری نبھائی۔ اوسط حاضری ۲۰ مرد اور دس خواتین پر مشتمل تھی۔
☆ ڈاکٹر احتشام الحق صدیقی کے مکان واقع نیو کراچی میں جناب عبد المقتدر مترجم تھے۔ پروگرام کی اوسط حاضری ۱۵ تھی۔
☆ جامع مسجد یاسین آباد، فیڈرل بی ایریا کراچی میں مترجم کے فرائض جناب جلال الدین اکبر نے ادا کیے۔ اوسط حاضری ۱۵۰ افراد تھی۔
☆ مسجد طیبہ، زمان ٹاؤن کورنگی نمبر ۴ میں جناب عمران لطیف کھوکھر اور یونس واجد صاحب نے

تعلق رکھنے والے حضرات کی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔ چنانچہ اس سال مسلم سنٹر آف فلشنگ نیویارک میں ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے دوسری بار دورۂ ترجمۂ قرآن کی تکمیل کی سعادت حاصل کی۔ اس سے قبل حافظ عاکف سعید صاحب نے ۱۹۹۸ء میں یہاں پہلی بار اس پروگرام کو روشناس کرایا تھا۔ اس بار دورۂ ترجمۂ قرآن کا پروگرام زیادہ منظم انداز میں ہوا۔ ابتداء میں خیال یہ تھا کہ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب یہاں انگریزی زبان میں دورۂ ترجمۂ قرآن کی تکمیل کریں گے لیکن آخری دنوں میں پروگرام بدل گیا۔ یہاں حاضری بہت حوصلہ افزا رہی۔ ہفتہ کی آخری راتوں (weekends) میں یہ تعداد ۱۲۰ حضرات اور ۳۰ خواتین تک جا پہنچی تھی۔ رمضان کی ستائیسویں شب یہ تعداد ۳۰۰ افراد کے لگ بھگ تھی۔ ہفتہ کی آخری راتوں میں پروگرام سحری تک طول پکڑ جاتا۔ چنانچہ شرکاء کے لئے سحری کا انتظام بھی ہوتا تھا۔ پروگرام کے اختتام پر گیارہ افراد بشمول نماز تراویح میں قرآن سنانے والے حافظ ڈاکٹر عامر عزیز نے تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کی۔

طالبانِ قرآن کے لئے ایک خوش کن اطلاع

الہدیٰ سیریز کے درج ذیل دروس کتابی شکل میں شائع کئے جا چکے ہیں اور مکتبہ انجمن پر دستیاب ہیں

درس 2 : نیکی کا حقیقی تصور	(سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۷۷ کی روشنی میں)	فی نسخہ ⑥ روپے
درس 3 : حکمت قرآنی کی اساسات	(سورۃ لقمان کے دوسرے رکوع کی روشنی میں)	" ⑥ روپے
درس 4 : حظِ عظیم	(سورۃ حم السجدہ کی آیات کی روشنی میں)	" ⑦ "
درس 5 : سورۃ الفاتحہ۔ قرآن حکیم کے فلسفہ و حکمت کی اساس کامل		" ⑦ "
درس 6 : عقل، فطرت اور ایمان	(سورۃ آل عمران کے آخری رکوع کی روشنی میں)	" ⑥ "
درس 7 : نورِ فطرت اور نورِ وحی	(سورۃ النور کے پانچویں رکوع کی روشنی میں)	" ⑥ "
درس 8 : ایمان اور اس کے ثمرات و مضمرات	(سورۃ التغابن کی روشنی میں)	" ⑧ "

(واضح رہے کہ درس نمبر1 "راہِ نجات" پہلے سے طبع شدہ موجود ہے۔
مزید برآں درس نمبر9 سے 13 تک کے کتابچے زیرِ طبع ہیں)

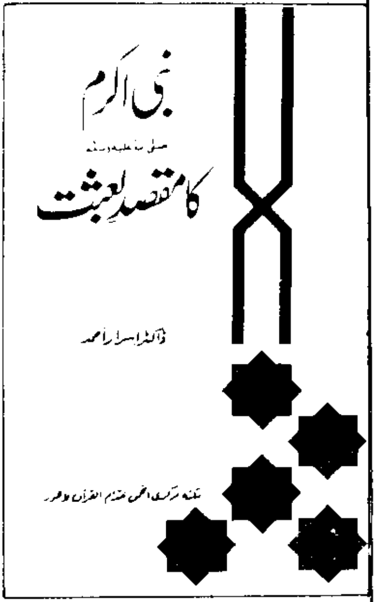

اشاعت خاص ۔ ۳۰/ روپے عام ۔ ۱۰/ روپے

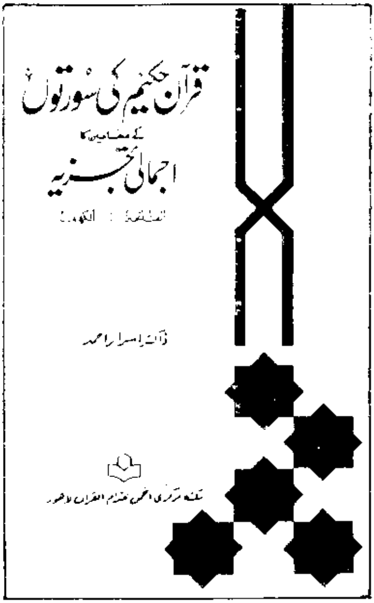

اشاعت خاص ۔ ۶۰/ روپے عام ۔ ۲۵/ روپے

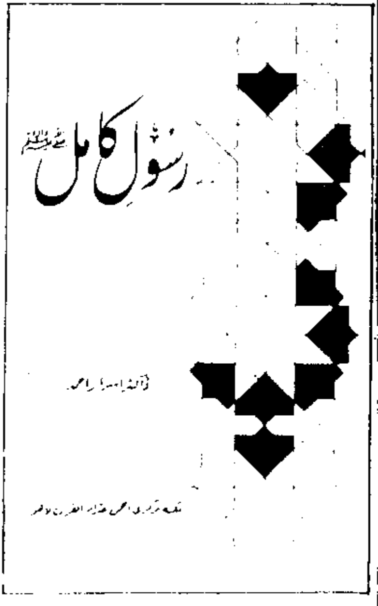

اشاعت خاص ۔ ۱۲/ روپے عام ۔ ۱۰/ روپے

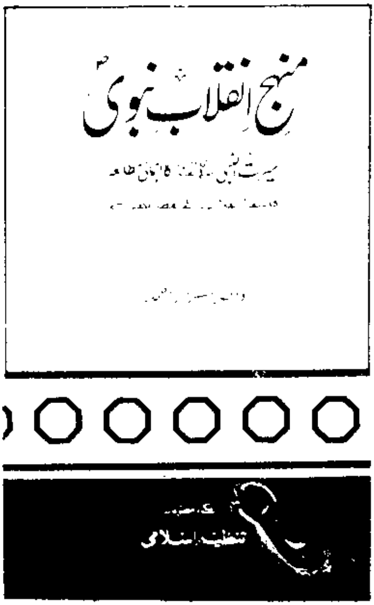

اشاعت خاص ۔ ۱۶۰/ روپے عام ۔ ۱۲۰/ روپے